Acc. No: 333 (S.A)

بعون صانع بیچون و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

تحفة الاعرابی

در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنو بحسن انطباع منطبع شد

بسم الله الرحمن الرحیم

حامداً لمن جعل جنان کلّ عارفٍ مخزن اسرار کماله و لسان کلّ واصفٍ مطلع انوار جماله (نظم)

گنجینهٔ اسرار کمالش ماییم — آیینهٔ انوار جمالش ماییم
دور افگن استار جلالش ماییم — دستان زن اوتار نوالش ماییم

و مصلّیاً علی من نظم جواهر برّه و نواله و نثر صحائف منّه و افضاله محمّدٍ و عترته و آله و اصحابه (رباعی)

عالی قدران عالم عشق و وفا — صدر آرایان صُفّهٔ صدق و صفا
هر کس به کهف زمانه در یا اسفی — وایشان زده کف که حسبنا الله کفی

اما بعد این صدف پارهٔ چند است از جستجوی کارگاه بی سرانجامی

گرد کردہ شدہ و خزف ریزہ چند از رفت و روب بزمگاہ شکستہ جامی فراہم آوردہ شدہ چہ قدر آن دارد کہ در سلک جواہر شاہوار مخزن اسرار حکیم گرامی شیخ نظامی انتظامش دہند یا در جنب جام زرنگار مطلع انوار مورد بدائع لفظی و معنوی امیر خسرو دہلوی نامش برند چہ آں در جودت الفاظ و سلاست عبارات بمنزلہ ایست کہ فصیح زبانان عجم در بیان اوصاف او اعجمی اند و ایں در دقت معانی و لطافت اشارات بمثابہ ایست کہ نادرہ گویان عالم در معرض جواب آن معترف بہ ابکمی امّا امیدواری چنانست کہ چوں ایں میوۂ نیم خام از باغستان مستی و پستی رسیدہ و ایں غنچۂ ناتمام از خارستان فروتنی و زیردستی دمیدہ بحکم آنکہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهٗ خوان ری خوان کرم اخوان الصفا افتد و نافہ کشاے مشام قبول خلان الوفا گردد (نظم)

زدی جامی بدیں چنگ شکستہ
بمضراب فنا تارش گسستہ

نواے از مقام بے مقامی
بلند آوازہ در بے ننگ و نامی

دریں وحشت سرا پر علائق
سماع ایں نوا را نیست لائق

جز آں کس کز نواے بے نوائی
کند فہم رموز آشنائی

بسمع مکرمت مسموع بادا
بحسن مغفرت مشفوع بادا

وَمِنَ اللّٰهِ الْمُكَوِّنِ الْكَوْنِ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيقُ وَالْعَوْنُ ـ

بسم الله الرحمن الرحیم

در فتح باب سخن به بسم الله که دندانهٔ بایش کلید در گنج حکیم و صدای سینش صلاے[۱] سر خوان کریم

بسم الله الرحمن الرحیم ‏ ‏ ‏ ‏ هست صلاے سر خوان کریم

فیض کرم خوان سخن ساز کرد ‏ ‏ ‏ ‏ بردہ ز دستان[۲] کہن باز کرد

بانگ صریر[۳] از قلم سحر کار ‏ ‏ ‏ ‏ خاست کہ بسم الله دستی بیار

مائدۂ تازه برون آمده است ‏ ‏ ‏ ‏ چاشنی گیر کہ چوں آمده است

ورنہ چشی نکهت آں بس ترا ‏ ‏ ‏ ‏ بوے خوشش طعمۂ جاں بس ترا

خاک بایں جا همه جانهاے پاک ‏ ‏ ‏ ‏ بو کہ[۴] فتد ریزه ازیں خوان بخاک

هر کہ بود بر سر ایں خوان رهش ‏ ‏ ‏ ‏ بہ بود آغاز بہ بسم اللهش

دیو کہ غارتگر ایں مرحلہ است ‏ ‏ ‏ ‏ بسملش[۵] از خنجر ایں بسملہ است

---

۱ صلا۔ کھانے کے لیے آواز دینا ۲ دستانِ کہن یعنی قرآن شریف جو حکماء کے نزدیک قدیم ہے ۳ یعنی قلم سے آواز نکلی کہ اس طعام کے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھا ۴ یعنی یہاں تمام جانیں خاک ہو گئی ہیں اس امید پر کہ شاید اس خوان سے کوئی ریزہ خاک پر گرے اور ہم اُس سے لذت یاب ہوں ۵ بسمل سے مراد یہاں ذبح کرنا لیا گیا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

باکہ زپے سینؔ[1] بودش ایں خطاب — چوں سر پستانست زام الکتاب
تاتو زپستانش شوی طفل وش — بہر غذائے دل وجاں شیر کش
بسمؔ[2] شدہ ہر دو ز ترکیب میم — گفتۂ بسم حرز تو از تیغ بیم
شکلؔ[3] چمن بیں کہ بہ رحمن درست — کز چمن خلد نشاں آورست
مژدہؔ[4] دہد کز خط عنبر سرشت — بسملہ باشد چمنے از بہشت
باکہ[5] ؤ باشد درش آمد دو تخت — مدخل آں باغ سعادت درخت
سینؔ[6] دی آز باد پر جبرئیل — سلسلۂ بستہ بہ رخ سلسبیل
چشم کشا[7] چشمۂ ہر میم بیں — جاری ازاں چشمۂ تسنیم بیں

ف۱ بسم اللہ میں پہلے دو حرف بے اور سین ہیں۔ اور پستان میں بھی بائے فارسی اور سین لہذا بسم اللہ اُم الکتاب یعنی قرآن کا سرپستاں ہوئی، تمام بنی نوع حیوان کا سرپستاں ذریعہ پرورش ہے اور یہ رعایت بہ لحاظ ام الکتاب کے ہے جس کے لفظی معنی کتابوں کی ماں کے ہیں ف۲ یعنی ب اس میں م ملی تو بسم ہوا، اور بسم نے کہا "از تیغ بیم ترا حرز بسم" یعنی خوف کی تلوار سے تیری حفاظت کے لیے میں کافی ہوں ف۳ رحمن میں (حمن) کی شکل چمن کی سی ہے، اس کو تجنیس خطی زاید کہتے ہیں ف۴ یہی (حمن) اپنی مشابہت چمن کی وجہ سے خوش خبری دیتی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بہشت کا ایک چمن ہے ف۵ بکے دو عدد بحساب اعداد ابجد کے ہوتے ہیں اور دو کی یہ صورت بھی ہے ۱+۱، اور یہ صورت دروازے کی ہے لہذا معلوم ہوا کہ جس چمن کا ذکر کیا گیا ہے اس کا دروازہ یہ ہے ف۶ اس بسم اللہ کے سین کو پر جبرئیل کی ہوا لگی تو وہ تو رخ سلسبیل کا سلسلہ بن گئی، اور ظاہر ہے کہ سلسبیل میں بھی اول میں سین ہے
ف۷ بسم اللہ ہی کا میم چشمۂ تسنیم میں ہے، آنکھ کھول کر دیکھ ۱۲

هر الف از وی شجر[۱] میوه ناک
میوهٔ آن معرفت ذاک پاک

طرهٔ حور[۲] است در و لامها
بهر دل دیده وران دامها

ها که چو حلقه ست[۳] پی صید دل
گشته از آن طره بهم متصل

را که بود غایت[۴] سور و سرر
زو رسدت دست بدامان حور

حا که بهشت ست[۵] اشارت نما
بهر بهشت ست بشارت نما

نون کا نقش[۶] پائے بود میم فرق
ماہی کوثر که در آبست غرق

یا که دهد[۷] یاد ز یائے ندا
می زندت بانگ که این سو بیا

نه بتامل[۸] قدم اهتمام
خوش بگذر بر چمن این کلام

کاینے آید[۹] ز سُور مختصر
درج در سر بسے از سور

ه۱ بسم اللہ کا ہر الف ایک میوہ دار درخت ہے اور اس کا میوہ خدا کی معرفت ہے ه۲ بسم اللہ کے لام حور کے گیسو ہیں اور زلف کو لام سے تشبیہ دی جاتی ہے ه۳ اس لام بسم اللہ سے ملی ہوئی (ہ) ایک پھندا ہے جس سے دل شکار ہوتے ہیں ه۴ بسم اللہ میں رحمن کی جو رے ہے یہ سُور اور سرور کی انتہا ہے اور اسی سے تیرا ہاتھ دامان حور تک پہونچے گا ه۵ حائے بسم اللہ جو رحمن میں ہے اُس کے عدد آٹھ یعنی ہشت ہیں لہذا یہ اشارت نمائے بہشت ہے اور بہشت یعنی جنت کی تجھ کو بشارت دیتی ہے ه۶ نونِ رحمن جس کے اول میں میم آخر میں الف ہے وہ گویا ماہی کوثر ہے، اور نون مچھلی کو کہتے ہیں ه۷ بسم اللہ کی با یائے ندا ہے جو تجھ کو آوازیں دے کر اپنی طرف بلاتی ہے ه۸ فکر کر اور اس کلام کے چمن کی سیر کر ه۹ دیکھ کر بسم اللہ سورتوں میں سے ایک مختصر آیت ہے اور اس میں بہت سی سورتوں کے بھید ہیں ۱۲ عبدالباری آسی

صورت یسیںؑ بودش یاد دیں
نعت نخستینش بخوشتر بیاں
کرده معلم گه تعلیم او
بر سر ایں دو الف لام را
از پے نونش الف اندر رقم
سطر[۲] حروفش ز بیاض و سواد
فتحهٔ[۴] آں فاتح گنج ازل
صورت جزمش که بود حلقه وار
شانهٔ تشدید که بر لام و راست
نقطهٔ بائش پے ارباب راز
نقطهٔ نونش پے دفع گزند

در رقمش از همه بالانشیں
می دهد از سورهٔ رحمٰں نشاں
فهم چو امیم ز حا میم او
داده نشاں از دو الف لام را
پرده کشا گشته ز نون والقلم
داده ات از نور[۳] و دخانت یاد
کسرهٔ او کاسهٔ سرکاس اهل
گوش خرد دائم ازو حلقه دار
تاج سر هر ره هداست
تخم امید است بخاک نیاز
بر سر نار ست نهاده سپند

۱ بسم اللہ کے یا و سین سورۂ یسین کے بھید ہیں اسی طرح اس کا ہر حرف چنانچہ اگلے شعروں میں بیان ہے ۲ سطر و حروف بسم اللہ سے مراد ہے ۳ یعنی حروف نوری اور دُخانی اور یہ دونوں قرآن کی صورتیں ہیں۔ ۴ فتحہ۔ یعنی نصب و زیر۔ بسم اللہ، اسی طرح آئندہ شعروں میں بیان ہے کہ جزم حلقے کی مانند ہے، تشدید شانہ جو ہُر راہ ہدایت کا تاج ہے اس کی بے کا نقطہ خاک نیاز پر تخم اُمید ہے اس کے نون کا نقطہ دفع نظر بد کے لیے آگ پر سپند کا کام دے رہا ہے اور دوسرے نقطے دیدۂ ملک کے نور بخشنے والے ہیں اس کے ۱۹ حرف اٹھارہ ہزار عالم قدسیاں کو جو خواص حروف کے حامل ہیں فیض پہونچا رہے ہیں، بسم اللہ کے آخر میں رحیم ہے اور یہ دلیل ہے کہ ختم کار پر فیض رحیمی سے تو بہرہ ور ہوگا ۱۲ عبد الباری آسی

دال دو دیے دیگر شده چوں مردمک / نوزده دیدهٔ ملک و ملک
نوزده حرف ست بوقتِ شمار / فیض رساننده بهژده هزار
وصفِ رحیم است شده ختمِ آں / صورتِ ختم آمده در وے عیاں
ایں دو دلیل است که از کردگار / فیضِ رحیمی ست بود ختمِ کار

در ارداف تسمیه بتحمید که فاتحهٔ کتابِ مجید و فاتحِ ابوابِ مزید است

انچه نگارد زپے ایں رقم / بر سرِ ہر نامه دبیرِ قلم
حمدِ خدائیست که از کلکِ کن / بر ورقِ باد نوید سخن
چوں رقمِ او بود ازیں تازه حرف / جز به ثنایش (مراد زبان ۱۲) نتواں کرد صرف
لیک ثنایش ز بیاں برتر است / ہر چه زباں گوید ازاں برتر است (ناکس)
نطق و ثنایش چه تمناست ایں / عقل و تمناش چه سوداست ایں
نیست سخن جز گره چند سست / طبعِ سخنور زده برباد چیست!
ہیچ کشادے نبود در گره / گر نه بود کار بآں بند به[۱] (نشود)
صد گره از رشتهٔ[۲] پرتاب و پیچ / گر بگشایند دراں نیست ہیچ
عقل[۳] دریں عقده زخود گشته گم / کرده دریں فکر سرِ رشته گم

ـه ۱ یعنی اگر کام خدا سے نہ ہو تو بند ہی بہتر ہے ـه ۲ اگر رشتۂ پُر پیچ و تاب سے سو گرہ کھولیں تو اُس کے اندر کچھ بھی نہ ملے گا ـه ۳ عقل اس عقدے کی کشاد میں خود گم ہو گئی ہے ۱۲

رشتۂ فکرش کہ[1] بود پر گہر — پر بود این جا ز گرہ سر بسر

می دہد این[2] رشتہ ز سبحہ نشاں — صد گرہ افتادہ درو مہرہ ساں

حرفے اگر زیر بود یا زبر — نیست گرہ پیش خرد جز گہر

عقل گرفتہ[3] بہ کفش سبحہ وار — عاجزی خویش کند زاں شمار

آنکہ نہ دم می زند از عجز کیست — غایت این کار بجز عجز چیست

عجز بہ از[4] ہر دل دانا کہ ہست — بر در آں حی توانا کہ ہست

مرسلہ[5] بند گہر کان جود — سلسلہ پیوند نظام وجود

غزہ فروز[6] سحر خاکیاں — مشعلہ سوز شب افلاکیاں

خوان کرامت[7] نہ آیندگاں — گنج سلامت دہ پایندگاں

چشمہ کن[8] قلۂ قاف قدم — نایزہ پرداز شگاف قلم

---

[1] یہاں رشتہ پر گہر فکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سراسر گرہ سے بھرا ہوا ہے [2] یہ رشتۂ گرہ دار تسبیح معلوم ہوتا ہے [3] عقل اس رشتہ گرہ دار کو تسبیح کی مانند ہاتھ میں لے کر اس پر اپنی عاجزی کا شمار کر رہی ہے [4] ہر دل دانا کو زیبا یہی ہے کہ اس قادر برحق کے سامنے عاجزی کا شمار کرتا رہے [5] مرسلہ۔ گردن بند۔ مرسلہ پیوند۔ زینت دینے والا۔ یعنی گہر کان جود کا زینت دہندہ وہی خدا ہے اور نظام وجود کا سلسلہ ملانے والا وہ ہے [6] یعنی خدا ہی نے پیشانی سحر پر نور دیا ہے، اور تاروں کی رات میں وہی چراغ جلاتا ہے [7] آنیوالوں کے لیے خوان کرامت وہی بچھاتا ہے اور ٹھہرنے والوں کو سلامتی کا خزانہ وہی عطا فرماتا ہے، مراد یہ کہ دنیا کو اسی سے تمام نعمتیں بہم پہونچتی ہیں [8] قاف قدم کی چوٹی پر اسی نے چشمہ بہایا، شگاف قلم کا وہی نائزہ بردار ہے ۱۲

روز بر آرندهٔ شب‌ہائے تار / کار گزارندهٔ مردان کار

واهب[1] هر مایه که سودیش هست / قبله هر سر که بسجودیش هست

دائره[2] ساز سپر آفتاب / تیر گر باد و زره باف آب

عیب نهان دار هنرپروران / عذر پذیرندهٔ عذر آوران

آب[3] زن آتش سودائے عقل / تاب ده دست تمنائے عقل

صیقلۂ صاف[4] ضمیران پاک / صیرفیٔ گنج پذیران خاک

سر شکن خامهٔ[5] تدبیرها / خامه کش نامهٔ تقصیرها

ایمنی وقت هراسندگان / روشنیٔ دیدهٔ بینندگان

تازه کن جان ز نسیم حیات / کارگر کارگه کائنات

ساخت چو[6] صنعش قلم از کاف و نون / شد بهزاران رقمش رهنمون

سطر نخست[7] از ورق این سواد / قدس نژادان تجرد نهاد

ک۱ ہر نفع رساں پونجی کا واہب وہی ہے ہر سجدہ گزار سر کا قبلہ وہی ہے ک۲ سپر آفتاب کا دائرہ اسی نے بنایا ہے ہوا کے تیر اُسی نے چلائے پانی کی موجوں کی زرہ اُسی نے بُنی ک۳ آتش سودائے عقل کو وہ بجھاتا ہے تمنائے عقل کے ہاتھ کو مروڑتا ہے ۱۲ ک۴ صاف ضمیران پاک کے دل کا صیقل گر گنج پذیران خاک کا صراف ۱۲ (عبدالباری آسی)

ک۵ ہماری تدبیروں کے قلم کا سر توڑنے والا اور ہماری خطاؤں کو محو کرنے والا ۱۲

ک۶ جب اُس نے کاف و نون یعنی کن کہا، تو اُس سے ہزاروں مرقومات ظاہر ہوئیں یعنی بہت سے عالم پیدا ہوئے ک۷ اس تحریر کی پہلی سطر فرشتے ہیں یعنی پہلے فرشتے پیدا ہوئے ۱۲ عبدالباری آسی

مائهٔ ایشان[1] ز هیولے بری — پایهٔ ایشان ز صور برتری
جیب بقا شان ز فنا سوده نی — دامن شان ز آب و گل آلوده نی
جنبش ایشان بهنرهائے خاص — از کشش چنگ طبیعت خلاص
ناشده اقلیم[2] دوام و ثبات — تنگ بر ایشان ز حد و جهات
سطر دوم نه فلک لاجورد — گرد یکے نقطه چو پرکار گرد
کوشش ایشان[3] به پیام سروش — گردش ایشان ز سر عقل و هوش
برده[4] به چوگان ارادت همه — گوے ز میدان سعادت همه
بلکه برقص آمده صوفی وشند — دائم ازین رقص چو صوفی خوشند
داده بهر دور ز ادوار شان — نور دگر واهب انوار شان
سطر سوم نیست بجز چار حرف — درج بهر چار رموز شگرف
هر چه[5] بود در خم طاق سپهر — جمله ازین چار نمودست چهر
قدرتش آنرا بهم آمیخته است — هر دم ازان نقش نو انگیخته است
نقش نخستین[6] چه بود زان جماد — کرده حرکت بر در او ایستاد

[1] وہ مادّے اور صور جسمیہ سے بری ہیں جو مادّے کے لیے لازم ہیں [2] ان کے لیے ثبات اور دوام کی ولایت تنگ نہیں ہوئی [3] اس کی سب کوششیں پیام غیب اور آواز غیب کے مطابق ہوتی ہیں [4] اپنے چوگان ارادت کی وجہ سے میدان سعادت میں وہ سب سے اعلیٰ و افضل رہے (عبد الباری آسی) ۱۲ [5] یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ سب انھیں چاروں عناصر کی کائنات ہے ۱۲ [6] پہلا نقش جو اُن چار سے بنا وہ جماد ہیں یعنی پہاڑ اور معدنیات وغیرہ ۱۲

کوه نشسته بمقام وقار   یافته در قعدهٔ طاعت قرار
کان که بود[1] خازن گنجینه اش   ساخته پُر لعل و گهر سینه اش
هر گهری دیده رواج دگر   گشته فروزندهٔ تاج دگر
نوبت ازین[2] پس به نبات آمده   چابک و شیرین حرکات آمده
برزده از روزنه خاک سر   برده به یک چند بافلاک سر
چتر برافراخته از برگ و شاخ   ساخته بر سایه نشیں جا فراخ
گاه فشانده ز شگوفه درم   گاه زمیوه شده خوان کرم
جنبش حیوان[3] شده بعد از نبات   گشته روان درگلش آب حیات
از ره حس برده[4] بمقصود بوے   پویه کنان کرده بمقصود روے
با دل خواهنده زجا خاسته   رفته بهر جا که دلش خواسته
خاتمهٔ این[5] همه هست آدمی   یافته زو کار جهان محکمی
اوّل فکر آخر[6] کار آمده   فکر کن و کارگزار آمده
بر کفش از عقل نهاده چراغ   داده زهر شمع و چراغش فراغ

ف۱ کان جو اُسکے خزانے کی کلید بردار ہے لعل و گہر سے اس کا سینہ بھرا ہے ف۲ جمادات کے بعد نباتات پیدا ہوئے، دوسرا مصرع نبات کی صفت ہے ۱۲ ف۳ نباتات کے بعد حیوانات پیدا ہوئے ف۴ حیوانات میں حواس اور احساس پیدا ہوا ف۵ سب کے بعد آدمی پیدا ہوا ف۶ یعنی مقصود اس تکوین سے خلقت انسان ہی تھی مگر وہ سب کے بعد پیدا ہوا، اسکے بعد آدمی کے صفات بیان کئے ہیں ۱۲ (عبد الباری آسی)

کارکناں دادہ بعقل از حواس / گشتہ بہر مقصد ازاں رہ شناس
باصرہ را دادہ ز بینش نوید / راہ نمودہ بسیاہ و سفید
سامعہ را کردہ بہ بیروں دو در / تا ز چپ و راست نیوشد خبر
ذائقہ را دادہ بروے زباں / کام ز شیرینی و شور جہاں
لامسہ را نقد نہادہ بہ مشت / گنج شناسائی نرم و درشت
شامہ را از گل و ریحانِ باغ / ساختہ از لطف معطر دماغ (نسخہ: چوں غنچہ)
بر تنش ایں پنج حس ظاہر اند / پنج دگر کارگر[۱] اندر سراند
کارکنان خرد اند ایں ہمہ / بہر خرد نامزد اند ایں ہمہ
تا بمددگاری ایشاں خرد / پے بشناسائی مبدع[۲] برد

۱؎ یعنی پانچ حواس باطنی بھی ہیں جن کے نام یہ ہیں، حِسِ مشترک یہ وہ قوت ہے جو ان تمام صورتوں کو قبول کرتی ہے جو حواس خمسہ ظاہری میں محسوس ہوتے ہیں، لہٰذا حسِ مشترک کی مثال حوض سے دی ہے اور حواس ظاہری کی نہروں سے کہ اُن سے اس حوض میں پانی پہونچتا ہے، دوسری قوت متصرفہ، اس کا کام بعض صور کو بعض معانی سے ترکیب دینا ہے اس کو متخیلہ اور مفکرہ بھی کہہ سکتے ہیں، تیسری خیال، یہ حسِ مشترک کا خزانہ ہے اس کا کام ہے کہ صورتوں کی اُن کے غائب ہونے پر حفاظت کرے، چوتھی واہمہ۔ اس کا کام یہ ہے کہ نادیدہ اور دیدہ، موجود اور غیر موجود کو مرتسم کرے یہ قوت عقل کے بس میں نہیں ہے، پانچویں حافظہ اس کا کام یہ ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے جو چیز اس کو ملے وہ اُس کو یاد رکھے ۱۲

۲؎ مبدع ابداع کرنے والا ۱۲

چُست بہ بند د کمرِ بندگی — بندگی مائیہ صد زندگی
زندگی یابد ازاں لایزال — در کنفِ عاطفت ذو الجلال
جامی اگر زندہ دلی بندہ باش — بندۂ آں زندۂ پایندہ باش
بندگیش زندگی آمد تمام — زندگی ایں باشد وبس والسلام

مُناجات اوّل متضمن لِ شارت بشواہد جود و دلائل وجود حق سُبحانہ وتعالے ما اعلےٰ شانہ وما اجل بُرہانہ

اے صفت خاص تو واجب[۱] بذات — بستہ بتو سلسلۂ کائنات
گر نرسد قافلہ در قافلہ — فیض تو در ہم رود ایں سلسلہ
کون ومکاں شاہد جود تواند — حجت اثباتِ وجود تواند
دائرۂ[۲] چرخ مدار از تو یافت — مرحلۂ خاک قرار از تو یافت
گینہ پر لعل و زر کاں کہ ہست — قدرتِ تو بر کمر کوہ بست
دُرِ سُخن راکہ گہر کردۂ — در صدفِ سینہ تو پروردۂ
عرصۂ گیتی کہ بود باغ ساں — تربیت لُطف تو اش باغباں

[۱] واجب وہ جو اپنی ذات میں دوسرے کا محتاج نہ ہو ۱۲ (عبد الباری آسی)
[۲] دائرہ ۔ وہ سطح مستوی جو ایک گول خط سے محیط ہو اور جس کے بیچ میں ایک نقطہ ہو جس سے جتنے خط کھینچے جائیں وہ سب برابر ہوں ۱۲

چشمهٔ مهر است[1] گل اصفرش — گوئے فلک غنچهٔ نیلوفرش

طاسچهٔ نرگس او دَورِ ماه — جلوه گهِ نسترنش صبحگاه

شاخ شگوفه ست ثریا درو — سُرخ شفق لالهٔ حُمرا اورد

سُوسنِ آزاده وی آزادگاں — سبزه بزیر قدم اُفتادگاں

سروِ آں سایه ولے سربلند — کامده از دست تهی بهره مند

پُشتِ بنفشه که ز چرخِ درشت — جامه کبود آمده و کوزه پشت

شاخِ گلش قامتِ شوخان و شنگ — غنچهٔ آں خوں شده دلهاے تنگ

بلبلِ آں طبعِ سُخن پروراں — در چمنِ نطق زباں آوراں

ایں همه آثار که نادر نما ست — بر صفتِ هستیِ قادر گواست

رو[2] بتو آریم[ن] که قادر توئی — نظم کُنِ سلکِ نوادر توئی

ن داریم

[1] تونے دنیا کو ایک باغ بنا دیا ہے اور تیری مہربانی ہی اس کو سینچتی ہے، چشمۂ خورشید اُس باغ کا گل اصفر ہے اور گوئے فلک غنچہ نیلوفر، دور ماہ کا چھوٹا طاس نرگس کا گملا صبح کا وقت اُس کے گل نسترن کی جلوہ گاہ، ثریا شگوفے کی بھری ہوئی شاخ، شفق لالۂ سرخ آزاد لوگ اس کے گلِ سوسن، اور افتادہ لوگ سبزۂ پامال، سایۂ قامت بلند اس باغ کا سرو، اگلے مصرع میں سرو کی صفت ہے، آسمان نیلگوں بنفشہ جس کا جامہ کبود ہے اور قد جھکا ہوا معشوقوں کا قد اس کی شاخ گل، اور تنگ و خوں شدہ دل اُس کے غنچے، اور اس باغ کی بلبل شاعروں کی طبع نازک جو چمن نطق شعراسے تعلق رکھتی ہے، غرضکہ سب نادر اور عجیب نشانیاں قادر مطلق کی صنعت کی گواہ ہیں ۱۲ (عبدالباری آسی)

[2] ہم تجھ کو پوجیں گے کیونکہ قادر تو ہے اور ان جواہر نوادر کے ہار تو نے بنائے ہیں ۱۲

باغ نشاں گر ندهد زیب باغ — باغ شود بر دل نظاره داغ

در دهدش جلوه بهر زیورے — هر ورقے باشد ازاں دفترے

ثبت درو قاعدهٔ هستیش — در هنر خویش شکستیش

رنگ۲ زر باغ توئی باغ ما — کارگر صنعت۱ صباغ ما — صبغت

همچو گلیم۳ از تو شده سُرخ رُو — رنگ رزیہاے ترا شرح گوے

تیغ زباں آخته چوں سوسنیم — تیغ ستناسائی تو می زنیم

بودی۴ واین باغ دل افروز نی — باشی دمیدان شب و روز نی

بحر بقاۓ۵ تو و عالم برآب — منک۶ المبدأ و الیک المآب

مناجات دوم متضمن اشارات بآنکه حقیقت حق وجود صرف و هستی مطلق

اے۱ علم هستی ما با تو نیست — نیست بخود هست بتو هر چه هست

ذات تو هم هستی و هم هست کن — هست کن عالم نو و کهن

۱ اگر باغ باغ لگانے والے کا پتہ نہ دے تو دیکھنے والے کے دل پر وہ داغ کا کام کرے گا اور اگر اُس کے برعکس وہ ہر طرح سے اس کا پتہ دے تو پھر اس کا ہر ورق ایک دفتر ہے کہ جس کے اندر اس کل قاعدہ ترتیب ہستی اور اُسکی جابجدستی کا اظہار ہوتا ہے ۲ تو ہمارے باغ کو رنگ دینے والا ہے اور ہم باغ ہیں ہماری رنگ آمیزی کی صنعت کو تو ہی کمل کرنے والا ہے ۳ ہم گل کی طرح سُرخرو تجھ ہی سے ہوئے اور تیری رنگرزی کے معترف ہیں ۴ تو جب بھی تھا کہ دنیا کا باغ نہ تھا اور تو جب بھی باقی رہے گا کہ دُنیا نہ ہوگی ۵ تجھ ہی سے شروعات عالم ہے اور تیری ہی طرف بازگشت ہے ۶ اے وہ ذات کہ تیری ہستی کے سامنے ہماری ہستی کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ تجھ ہی سے ہے

هست توئی هستی مطلق توئی (۱) — هست که هستی بود الحق توئی

هر چه نه هستی بسزای مجاز (۲) — باشدش البته به هستی نیاز

آنچه نه محتاج بکس هستیش — بر همه کس ز آنت زبر دستیش

نام و نشانت نه و دامن کشان (۳) — می گذری بر همه نام و نشان

پست و بلند از کرمت بهره مند — با تو یکی نسبت پست و بلند

پاک ز آلائش و ناپاک و پاک (۴) — با همه چون جان به تن آمیزناک

چشم مشبه ز جمال تو کور — عقل منزه ز کمال تو دور

ناقهٔ تنزیه چو تنها فتاد — پای ز معمورهٔ به صحرا نهاد

حادی تشبیه چو محمل براند — رفت به معموره و در گل بماند

ای ز تو معموره و صحرا همه (۵) — بود تو هم بی همه و با همه

در تو نیند این دو صفت جز بهم — چون بنمایند تجاوز ز هم

---

۱ تیری ہستی مطلق ہے اور تیری ہستی کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، درحقیقت ہستی جسے کہتے ہیں وہ ہستی تو ہی ہے ۲ جتنی ہستیاں ہیں انھیں کسی خالق کی ضرورت ہے لیکن تجھے نہیں، اس لیے تمام ہستیوں سے تیری ہستی بالاتر ہے ۳ تیرا کوئی نام و نشاں نہیں مگر حالت یہ ہے کہ ہر نام و نشان پر تیرا گزر ہوتا ہے اور تو سب کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے
۴ پاک و ناپاک کا اطلاق تجھ پر نہیں ہوتا اور سب میں مانند جان کے تو ملا ہوا ہے۔
۵ تیری بود بے ہمہ ہے اور تو ہی با ہمہ ہے تیرے اندر یہ دونوں صفات ملے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کرتے ۱۲ (آسی)

هست ز تنزیه[۱] تو تشبیه تو — نیست جز ایں غایت تنزیه تو
نور بسیطی[۲] و غباریت نی — بحر محیطی و کناریت نی
نیست کناریت ولے صد ہزار — گوہرت از موج فتد بر کنار
موج[۳] تو بود آنکه شدی جلوه گر — از خود در خود بهزاراں صور
در تتق ذات تو هر سر که بود — روے در آئینهٔ علمت نمود
صورت شاں عکس نما شد ز ذات — ذات ز تکرار صور شد ذوات
انجمن جمع همه عالم ست — رونق آن انجمن از آدم ست
باتو خود آدم که و عالم کدام — نیست ز غیر تو نشاں غیر نام
گرچه نمایند بسے غیر تو — نیست دریں عرصه کسے غیر تو
کیست به پیدائی تو در جهاں — مانده ز پیدائی خویشی نهاں
تو همه جا حاضر و من جا بجائے — میزنم اندر ظلمت دست و پائے
چوں فتم از پاے مرا دستگیر — انت نصیری و الیک المصیر

---

۱ تیری تنزیہ سے تیری تشبیہ دی جا سکتی ہے اور تیری تنزیہ کی غایت اس کے سوا نہیں ہے
۲ بسیط زمین فراخ) یعنی تو زمین کا نور ہے اور تجھ پر کوئی غبار نہیں بیٹھتا اور تو ایسا دریا ہے کہ سب کا احاطہ کیے ہے، اگر تیرا کنارہ نہیں ہے البسیط اصطلاح حکماء میں ہر شے غیر مرکب اور بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کا جزء اس کے کل کے مشابہ ہو ۳ مراد یہ ہے کہ تیری ہی صورت ہزاروں صورتوں میں جلوہ گر ہوئی اور تیری ہی ذات ذوات کی صورت میں نمودار ہوئی ۱۲
(آسی)

مناجات سوم متضمن اشارات بآنکہ موجب غفلت آدمی از نور شہود و دوام فیض و استمرار جود اوست و اگر بالفرض یک لحظہ آں فیض منقطع شدی ہمہ کس بر آں مطلع گشتی

اے ز جود تو نمود ہمہ ‏ ‏ جود تو سرمایہ بود ہمہ
مبدع[۱] نو و کہن ما توئی ‏ ‏ ہست کن و نیست کن ما توئی
کارگرانند[۲] دریں کارگاہ ‏ ‏ ز آتش لا سوختہ در لا آلہ
نیست ز لا مخلصے الا ترا ‏ ‏ حکم تبارک و تعالیٰ ترا
فیض نوالت چو بپایہ رسد ‏ ‏ کس بشناسائی آں کے رسد
درجسم ایں[۳] دائرہ ہزل وجد ‏ ‏ ضد مبیں نشود جز بہ ضد
از عدم انوار قدم بازگیر ‏ ‏ وز رقم لوح قلم بازگیر
سبحہ بکش از کف روحانیاں ‏ ‏ رخنہ فگن در صف نورانیاں

۱ مبدع۔ شروع کرنے والا، ایجاد کنندہ نیا کام کرنے والا ۲ یعنی بڑے بڑے کام کرنے والے بھی معرض فنا میں ہیں اور آتش لا سے جل رہے ہیں اگر کسی کو لا سے مخلصی ہے تو وہ تو ہے، کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۳ درجسم الخ دائرہ ہزل وجد یعنی دنیا، مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، تعرف الاشیاء باضدادہا، شعرہائے مابعد میں مصنف نے اسی انقلاب اور ضد کی خواہش کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲ (اُسی)

از سر کرسی بفگن عرش را — خواں پے کرسی نہیش فرش را
پایۂ کرسی ز زمیں بر فرو — گرد مذلت بنشیں گو برو
زلزلہ در گنبد خضرا فگن — یکدو سہ قارورہ بہم در شکن
منطقہ[1] بکشا ز میان فلک — تیر بفگن ز کمان فلک
باز کشا عقد ثریا ز ہم — ساز جدا پیکر جوزا ز ہم
گاو چرا خوارۂ ایں مرغزار — شیر جہاں خوار فنا را سپار
قطع کن از داس اجل خوشہ اش — ساز پے راہ فنا توشہ اش
باغ عناصر کہ زمینش خوش است — آب گوارندہ ہوا دلکش است
ہست گل رستہ در و آتشیں — غنچۂ آں گلشن چرخ بریں
بار[2] بریں باغ ز انجم تگرگ — درہم و برہم شکنش شاخ و برگ
خاص تریں[3] میوۂ او کادمی است — لذتش از چاشنی محرمی است
پختہ و خامش[4] ہمہ بر خاک ریز — بر سرش از باد اجل خاک بیز

خوردہ

---

[1] منطقہ سے مراد منطقۃ البروج جس پر فلک ہشتم کے بارہ برجوں نے تقسیم پائی ہے آگے چل کر مصنف نے سب برجوں کے نام وغیرہ کا ذکر شاعرانہ طور پر کیا ہے [2] بار، امر باریدن ہے، تگرگ اولہ باغ سے مراد وہی باغ دنیا جس کا مصنف نے ذکر کیا [3] یعنی باغ دنیا کا خاص میوہ آدمی ہے، اور اُس میوے کی لذت یہ ہے کہ وہ محرم راز قدس ہو ۱۲
[4] پختہ و خام سے مراد پیر، جوان۔ تجربہ کار و ناتجربہ کار ۱۲ (آسی)۔

تا همه دانند که صانع توئی — مبدع این جمله بدائع توئی
هستی و پایندگی از تست بس! — مردگی و زندگی از تست بس!
جز تو کسے نیست بملک قدم — گر لمن الملک[۱] فرازد علم
جامی اگر نیست زبخت ارجمند — چون علم خسرویش سربلند
از علم فقر بلندیش ده — زیر علم سایه پسندیش ده

مناجات چهارم در التجا و اعتصام بذو الجلال والاکرام
در طلب توفیق در تحقیق این مقصود و مرام

اے زکرم چاره گر کار ها — مرهم راحت نه آزار ها
روشنئ دیدۀ بینندگاں — پردگی پردۀ نشینندگاں
عقده کشائندۀ هر مشکلے — قبله نمائندۀ هر مقبلے
توشه نه گوشه نشینان پاک — خوشه ده دانه فشانان خاک
بازوئے تائید هنر پیشگاں — قبلۂ توحید یک اندیشگاں
شانه زن زلف عروس بهار — مرسله[۲] بند گلو شاخسار
از نم لطفت که هوا ریخته — عقد دُر از گوش گل آویخته

---

۱ لمن الملک الیوم، یعنی خداے تعالے سب کی فنا کے بعد حشر میں فرمائے گا کہ آج کے دن کون مالک ملک ہے، پھر خود ارشاد ہوگا، للہ الواحد القہار ۱۲ ۲ عروس دلھن، مرسلہ بضم اول و کسر سوم گلوبند، مرسلہ بند گلوبند بخشنے والا ۱۲ (آسی)

در دل محرم ز جمالت چراغ | سینۂ محروم ز تو داغ داغ
طاعت تو نغز ترین پیشۂ | فکرت تو مغز ہر اندیشۂ
پائے طلب[1] راہ گزار از تو یافت | دست تواں قوت کار از تو یافت
بلکہ توئی کارگزار استیں | دست ہمہ دست ترا آستیں
تا نہ کنی تو نتوانیم ما | تا نہ دہی تو چہ ستانیم ما
نیست دریں کارگہ گیرودار | جز تو کسے کاید ازو ہیچ کار
روے عبادت ز تو داریم بس | چشم عنایت ز تو داریم بس
درکف ما مشعل توفیق نہ | رہ بہ نہانخانہ تحقیق دہ
اہل[2] دل از نظم چو محفل نہند | بادۂ راز از قدح دل دہند
رشحہ ازاں بادہ بجامی رساں | رونق نظمش بہ نظامی رساں
پست چو[3] خاکست بریز از نوش | جرعۂ از بزم گہ خسروش

[1] پائے طلب یعنی تیرا طلبگار تیری مدد کے سوائے تجھے نہیں پا سکتا اس کو راستہ تو ہی بتاتا ہے آئندہ شعروں میں بھی یہی بیان ہے کہ فاعل حقیقی در اصل تو ہی ہے [2] یہاں اہل دل سے مراد شعرائے باخدا، یعنی شعراء جب کہ نظم کی محفل آراستہ کرتے ہیں تو دل کے پیالے سے شراب اسرار و رموز حاصل کرتے ہیں تو اُسی میں ایک قطرہ جامی کو دیدے کہ اس کا مرتبہ نظامی کے برابر پہونچ جائے [3] پست چو خاک است، یعنی جامی خاک کی طرح پست ہے، یعنی جس راہ سے نظامی گزرے ہیں اسی راہ سے میں بھی گزرنا چاہتا ہوں خسرو ایسے بلند پایہ کے سر پر میں بھی ایک پھول لگانا چاہتا ہوں مراد یہ ہے کہ نظامی نے جو خمسہ لکھا ہے اور امیر خسرو نے بھی طبع آزمائی کی ہے میں بھی ویسی کتابیں لکھنا چاہتا ہوں ۱۲

(راسخ)

قافیہ آں جا کہ نظامی نواست	ہرگز رقافیہ جامی سزاست
بر سر خسرو کہ بلند افسرست	از کف درویش گلی درخورست
ایں نفس از ہمت دون من ست	ویں ہوس از طبع زبون من ست
ورنہ از انجا کہ کرمہائے تست	کے بودم رشتۂ اُمید سُست
صد چو نظامی و چو خسرو ہزار	بادیم از جام سُخن جرعہ خوار
برہمہ در شعر بلندیم بخش!	مرتبۂ شعر پسندیم بخش!
پایۂ نظمم ز ہمہ بگذراں	خاصہ بہ نعتِ سر پیغمبراں

نعت اوّل مبنی از تقدم حقیقت وے برہمہ حقائق امکانی بحسب مرتبۂ وجود روحانی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

اختر برج شرفِ کائنات	گوہر دُرج صدفِ ممکنات
جنبش اول ز محیط قدم	سلسلہ جنبانِ وجود از عدم
کلکِ عنایت چو رقم ساز کرد	از ہمہ پیش ایں رقم آغاز کرد

سلہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنی پست ہمتی اور عاجزی کی وجہ سے لکھا ہے ورنہ جہاں تیرا کرم شامل حال ہوا وہاں نظامی اور خسرو سے ہزاروں میرے جام سخن کے جرعہ خوار ہوں گے ۱۲ سلہ رسول اللہ کی نعت میں کہا ہے یعنی شرف کائنات کے بُرج کے تارے آپ ہیں یعنی شرف دُنیا آپ ہی کی وجہ سے ہے سلہ یعنی دریائے قدم سے جو پہلی موج اُٹھی وہ آپ ہیں یعنی اوّل مخلوقات و موجودات حضور ہیں ۱۲

مطلع دیباچهٔ این ابجدست — بیشترین حرف که در احمدست

نقطهٔ وحدت چو قد افراخته — از پیے احمدؐ الفی ساخته

کرد چو قطر[1] آں الف مستقیم — دائرۂ غیب ہویت دو نیم

نیمی ازاں قوس جہانِ قدم — قوس دگر ممکنِ رو در عدم

بر ہدف انداخته از دست پاک — زین دو کماں تیر زہ شست پاک

صدر نشیں اوست دریں بارگاه — کنت نبیّاً[2] بود او را گواه

بود ز رخ شمع نبوت فروز — آب ندیده گل آدم ہنوز

رفعت ازو منبر افلاک را — رونق ازو خطبهٔ لولاک را

جز پیے آں شاه رسالت مآب — چرخ نزد خیمهٔ زریں طناب

جز پیے آں شمع ہدایت پناه — ماه نشد قبهٔ ایں بارگاه

---

[1] قطر وہ خط مستقیم جو مرکز پر سے گزر کر دو حصوں میں تقسیم کرے یعنی الف احمد نے قطر کی مانند ہائے ہویت کے دائرہ (ه) کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک کو قوس (د) دائرہ قدم بنایا اور دوسرے کو ممکن یعنی رو در عدم بنایا، یعنی دنیاء فانی پیدا ہوئی، اور یہ ظاہر ہے جیسا کہ ایک حدیث مشہور ہے " لولاک لما خلقت الافلاک"

[2] کنت نبیّاً، یہ بھی ایک حدیث ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ میں نبی تھا اور آدم اس وقت تک مٹی اور پانی میں تھے یعنی پیدا نہ ہوئے تھے۔

اس کے بعد تمام شعر اسی مضمون کے ہیں کہ اوّل موجودات عالم رسول مقبول ہیں اور کچھ شعر توصیفی نعت میں ہیں ۱۲ (آسی)

تا نه فروغ از رخش اندوختند — مشعلهٔ مهر نیفروختند
تا نه نظر بر قدش انداختند — قائمهٔ عرش نیفراختند
خندهٔ او جان بجهان در دمید — منصب احیا به مسیحا رسید
برق وی از وادی موسی بجست — لمعهٔ نور آمده زانش بدست
قامت طوبی ز قدش سایه ایست — سدره ز شاخ شرفش پایه ایست
رشحه ز جام کرمش سلسبیل — مرغ هوای حرمش جبرئیل
نور مبین ناصیهٔ پاک او — حبل متین حلقهٔ فتراک او
تا زندش در خم فتراک دست — عرش برین بر سر کرسی نشست
او چو خور و صبح دلیست آفتاب — صبح ز خورشید بود نوریاب
گر نه فروغی ز رخش تافتی — صبح وی این نور کجا یافتی
هست درین دائره رهمی درست — تابش مهر از پس صبح از نخست
نور فشان اوست چه پیش و چه پس — منبع انوار همین اوست و بس
جامی از آلایش خود دور باش — ذره صفت غرقهٔ آن نور باش

نعت دوم مبنی در صفت معراج که از همان رسالت وی پایه ایست بس بلند و از آفتاب جلالت وی سایه ایست بس ارجمند صلی اللہ علیہ وسلم

یکشبی[1] از صبح دل افروزتر — وز شب و روز همه فیروزتر

[1] شب معراج کا بیان ہے اور آگے تمام شعر اس کے اوصاف کے ہیں ۱۲

طرۂ او نافۂ دولت کشای — غرۂ او نور سعادت فزای
بارقۂ[۱] لطف درخشاں درو — ابر عنایت گہر افشاں درو
خواجہ[۲] کہ آمد دو جہاں بندہ اش — کرد مدد دولت پایندہ اش
عشق[۳] رگِ جانش کشیدن گرفت — دل پی جانانش طپیدن گرفت
برمژہ از اشک[۴] رہِ خواب زد — راہِ طلب از سرِ شک آب زد
چوں نم آں ابر کرامت نثار — باز نشاند از رہ مقصد غبار
قاصدے[۵] از کشور نورانیاں — پاک ز آلایش ظلمانیاں
آمد و آورد براقے چو برق — پیکرے از نور قدم تا بفرق
اوج سپر ہمچو[۶] شہاب اشہبے — چرخ ممر ہمچو قمر مرکبے
رفتن او جستن[۷] تیر از کماں — جستنِ او حجت طے مکاں
پیش نرفتہ[۸] نظر از گام او — بود بہم جنبش و آرامِ او
گفت کہ اے ساقی ابرار خیز — جرعہ بریں گنبدِ دوار ریز
ساختۂ[۹] عرش بریں فرش را — فرش قدم کن چو زمیں عرش را

---

۱ بارقہ یعنی روشنی ۱۲ ۲ خواجہ کہ آمد الخ سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ۳ عشق الخ یعنی آپ یاد الٰہی میں مصروف تھے ۴ برمژہ الخ یعنی آپ بحالت اشک افشانی سو گئے ۵ قاصدے مراد جبریل علیہ السلام ۶ یعنی شہاب ثاقب کی طرح بلندی پر چلنے والا ۷ تیز روی کی صفت ۱۲ ۸ نظر اُس کے قدم سے آگے نہ جا سکتی تھی اس کی جنبش اور آرام ملے ہوئے تھے یعنی فوراً سفر اور فوراً ختم ۹ یعنی آپکی برکت قدوم سے زمیں مماثل عرش ہو اب عرش کو مماثل فرش بنائیے ۱۲

راه رو راست رو ما غوی — رهبر روشن نظر ما طغیٰ
خلعت اسریٰ[1] ببر انداخته — جامهٔ شب رفتن ازاں ساخته
پائے بر آورده بپشت براق — خواند بر آفاق که هذا فراق دز
تافت ز بیت الحرم اورا لجام — زد بطواف حرم قدس گام
بود ازو گام نهادن همان — در حرم قدس ستادن همان
باز ازاں جا کمر عزم چست — روے سفر کرد بقصر نخست
شد بدر خانهٔ مه آفتاب — یافت بیک حلقه زدن فتح باب
رفت دراں خانه بصد عز و ناز — خانه نشیناں بهزاراں نیاز
سجده کناں بوسه بپایش زدن — طبل دعا کوس ثنایش زدند
کاے بدرت ملک و ملک ملتجی — جئت الینا و لنعم المجی[1]
آمدی و آمدنت بس خوش است — دیدن روے تو عجب دلکش است
خاک رهت بر سر ما تاج باد — هر شب عمر تو شب معراج باد
خانه بخانه بهمیں رسم و راه — سایهٔ طوبیٰ[2] شدش آرام گاه
باز برافراخت ازاں جا لوا — زو بسرا پردهٔ ثم استویٰ
هم نفسش[3] ز دو نفس بود نوت — زو شرف هم نفسی گشت فوت

۱ آپ ہماری طرف تشریف لائے، آپ کا آنا بہت اچھا ہے، مرحبا ۱۲ ۲ طوبیٰ ایک درخت آسمانی کا نام جس کی شاخیں ہر بہشتی کے مکان میں پہونچی ہوئی ہیں ۳ یعنی حضرت جبرئیل نے آگے بڑھنے سے انکار کیا ۱۲ عبد الباری آسی

پائے ازاں پایہ فراتر نہاد — عرش بزیر قدمش سر نہاد
خرقۂ تن را ز تن جاں فگند — بر کتفش خلعت احساں فگند
آنکہ ازیں خرقہ مجرد شدہ — جاذبۂ شوق یکے صد شدہ
خیمہ برون[1] زد ز حدود و جہات — پردۂ او شد تتق نور ذات
تیرگی ہستی از و دور گشت — پردگیٔ پردہ ازاں نور گشت
کیست کز آں[2] پردہ شود پردہ ساز — زمزمۂ گوید ازاں پردہ باز
ہست ز پردہ بدر ایں گفتگوے — کہ شود مختصر ایں گفتگوئے
خواجہ دراں پردہ بدید آنچہ دید — وانچہ نیاید بزباں ہم شنید
یافت[3] اجازت کہ ز اقلیم راز — راحلہ راند بحریم مجاز
کرد گزر بر سر افلاکیاں — شد ز تواضع شرف خاکیاں
آمدہ بر ریگ[4] حرم بسترش — گرم ہنوز از تن جاں پرورش
چوں طلبیدند[5] ازاں گنج پاک — بہرۂ خود خانہ خرابان خاک
در دل ہر خانہ خرابی کہ خواست — ریخت نصیبی بہ نصابی کہ خواست
بود بیک لحظہ در آں نیم شب — آمدن و رفتن او اے عجب

۱ے یعنی آپ حجاب سے آگے گئے ۱۲ ۲ے یعنی پردہ نور ذات کے متعلق کون لکھ سکتا ہے ۱۲
۳ے یعنی وہاں سے پھر عالم دنیا کو واپس ہوے ۱۲ ۴ے یعنی آپ واپس تشریف لائے
تو ہنوز آپ کا بستر گرم تھا ۵ے یعنی زمیں والوں نے جو حصہ طلب کیا تو آپ نے جس کو
جتنا حصہ جس نصاب سے چاہا دے دیا ۱۲ عبد الباری آسی

بود بلے نور زمین و زمانش	ابتہاش	در سفر نور نہ گنجد زمان
عالم ازاں نور بود مستنیر		دست بزن جامیؔ دامانش گیر
بوکہ ازاں جا بصفائے رسی		راہ بیابے و بجائے رسی

نعت سوم مبنی از بعضے معجزات وی کہ از حد و عد متجاوز است و نطاق نطق از احاطۂ آں عاجز صلی اللہ علیہ وسلم

اے ز تو شق خرقۂ ماہ منیر	پیش تو مہر آمدہ فرماں پذیر
قصر نبوت بتو چوں شد بلند	کسر بمقصورہ کسرے فگند
چتر فرازندۂ فرقت سحاب	سایہ نشین چتر ترا آفتاب
سایہ ندیدت بزمیں ہیچکس	نور بود سایہ خورشید و بس
جانت ز آلایش تن پاک بود	سایہ نینداخت بریں خاک بود
دیدۂ تو ہم ز پس و ہم ز پیش	دیدہ چو چشم ہمہ عالم ز پیش — مبیش
روحی و غائب ز تو ہیچ سوے	در نظرت ہست یکے پشت و روے
شمع و نور از تو رسد جمع را	پشت و روئے نبود شمع را
سنگ سیہ در کف تو سبحہ سنج	دل سیہاں را شدہ زاں سبحہ رنج

۱ آپ کی ذات سراپا نور تھی اور سفر بھی نور کا تھا اور عالم نور میں وقت اور زمانے کی گنجائش نہیں ہوتی ۲ اس نعت میں آنحضرت کے اکثر معجزات کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے ان سب معجزات کا ذکر کتب سیر میں مفصل مسطور ہے ۱۲

بحر کرم موج زن از مشت تو — مقسم آں فرجۂ انگشت تو
گرسنہ و تشنہ ہزاراں ہزار — گشتہ ازاں جرعہ کش و لقمہ خوار
نخل کہ بودش ز زمیں سخت پا — جست بفرمودۂ امرت ز جا
کرد بہر سو کہ تو خواندی خرام — ساخت بہر جا کہ تو گفتی مقام
بر در غارے کہ گزار تو بود — وز طلب خصم حصار تو بود
پردہ چرا بافت یکے جانور — بیضہ برائے چہ نہاد آں دگر
تا نرسد زخم ز اہل خلاف — آمدن ایں بیضہ گر آں درع باف
مائدہ کاں نیم شبیت آمدہ — روزی از خوان ابیت آمدہ
یطعمنی طعمہ و یسقینی آب — انیست گوارندہ طعام و شراب
چوں لب تو لقمہ ز بزغالہ کرد — لقمہ بزیر لب تو نالہ کرد
گفت کہ آلودۂ زہرم مخور — گرچہ بزہ و تلخی زہر ایں شکر
قبضۂ ریگے کہ فشاندی ز کف — شد بصر بے بصرانش ہدف
سرمہ صفت نور بصر را کفیل — بود کہ شد در نظر خصم میل
جامی عاجز کہ نوا ساز تست — بستہ لب از نکتۂ اعجاز تست
گرچہ گہر دار چو تیغ آمدست — بلکہ گہر بار چو میغ آمدست

خواست بہ نعتت گہر تابناک
ریخت ز رویش خوی خجلت بخاک

نعت چہارم در اقتباس نور و التماس حضور از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ای بسرا پردۂ یثرب بخواب — خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب
رفتہ ز دستیم[۱] برون کن ز برد — دستے و بنمائے یکے دستبرد
توبہ دہ از سرکشی ایام را — باز خر از ناخوشی اسلام را
مہد مسیح[۲] از فلک آور بزیر — رایت مہدی بفلک زن دلیر
کالۂ دجال[۳] بنہ بر خرش — رو بہ بیابان عدم دہ سرش
افسر ملک[۴] از سر دوناں بکش — دامن دولت ز زبوناں بکش
باز پساں[۵] را بکش از پیشگاہ — داد ستم کش ز ستم کیش خواہ
خامۂ مفتی کہ چو انگشت آز — شد ز پئے لقمہ ربائی دراز
دست سیاست بکش و بشکنش — ہمچو نئے اندر بن ناخن زنش
واعظ پرگو کہ بہ پستی ست بند — پایۂ خود کردہ ز منبر بلند
چوں نہ بزرگست ز شرع سخن — منبر او بر سر او خرد کن

۱ رفتہ زدستیم، یعنی ہم لوگ بالکل بیکار اور بے اختیار ہو گئے ہیں، اور اسلام عالم تباہی و بیچارگی میں ہے ۲ یعنی حضرت عیسیٰ جو زمانۂ آخر یعنی قرب قیامت میں پھر زمیں پر آئیں گے ان کو بلائیے، اور امام مہدی کا جھنڈا لہرا دیجئے ۳ دجال کا اسباب اس کے گدھے کی پشت پر ڈال کر اس کو عدم میں بھگا دیجئے ۴ کمینوں سے تاج سلطنت چھین لیجئے ۵ جو لوگ پیچھے رہنے کے قابل ہیں اور آگے بڑھ گئے ہیں، اسی طرح اگلے شعروں میں مفتی، واعظ، بد عملیوں، گوشہ نشینوں ان درویشوں کے لیے جو مکار ہیں وغیرہ وغیرہ سب کے لیے التجائیں کی ہیں ۱۲

صومعه را قاعدهٔ تازه نه — رخت خرابات بدروازه نه
بدعتیان را ره سنت نمائے — عزلتیان را در عزلت کشائے
خرقهٔ تزویر بصد پاره کن — جان مزور ز تن آواره کن
شعله فگن خرمن ابلیس را — مهر شکن سبحهٔ تلبیس را
گنج تو [1] در خاک نهان دیر ماند — نور تو غائب ز جهان دیر ماند
پرتو روئے تو که هست آفتاب — بود ازو کشور دین نوریاب
برق فراقت چو جهان سوز شد — مشعل یارانت شب افروز شد
مشعل شان چرخ چو بے نور کرد — صبح هدی را شب دیجور کرد
ظلمت بدعت همه عالم گرفت — بلکه جهان جامهٔ ماتم گرفت
کاش فتد زاوج عروجت رجوع — باز کند نور جمالت طلوع
دیدهٔ عالم بتو روشن شود — گلخن گیتی بتو گلشن شود
دولتیان [2] چونکه علم برکشند — ظلمتیان را بعدم درکشند
جامی [3] از انجا که هوادارتست — روئے تو نادیده گرفتار تست

[1] آپ کی ذات کو خاک میں پوشیدہ ہوئے دیر ہوئی اور جب آپ عالم ظاہر سے باطن میں تشریف لے گئے تو آپ کے اصحاب فضیلت مآب نے راہ نمائی کی جب وہ نہیں رہے تو جہاں میں کفر و ظلمت کا دَور دورہ ہوا اور بدعت و عصیاں پھیل گئے کاش اب پھر عالم دنیا میں تشریف فرما ہوں [2] طریقہ یہی ہے کہ جب دولتیوں کا زمانہ ہوتا ہے تو ظلمتی راہی عدم ہو جاتے ہیں [3] میں تیرا ہواخواہ اور دوست ہوں اگر تو اجازت دے تو میں قدموں پر سر رکھ دوں ۱۲ عبدالباری آسی

گر لب جان بخش تو فرمان دهد	بر قدمت سر نهد و جان دهد

نعت پنجم در آداب ضراعت امیدواران و طلب شفاعت گنهگاران

ای عربی نسبت و امّی لقب	بندهٔ تو هم عجم و هم عرب
رشکِ خورِ[۱] تافته از اوج ناز	مغرب تو یثرب و مشرق حجاز
گرد سرت البطحی و یثربی	خاک درت مشرقی و مغربی
تیغ عرب زن که فصاحت تراست	صید عجم کن که ملاحت تراست
گر بقلم غالیه[۲] سا نیستی	یا بخط انگشت نما نیستی
صبح تو گو دود چراغی مدار	باغ تو گو پای کلاغی مدار
چون[۳] ز تو خوانند و نویسند هم	گر تو نخوانی ننویسی چه غم
از تو سیه[۴] راست سپیدی امید	به که سیاهی ننهی بر سپید
خواندنت[۵] این بس که سخن رانده	دور روان را بخدا خوانده

ف۱ آپ رشک آفتاب ہیں آپ کا مشرق ملک عرب اور مدینہ مغرب ہے ف۲ اگرچہ آپ بذات خود نہ کچھ لکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں مگر ف۳ آپ کا علم و عمل زندہ ہو اور اسی پر تمام زمانہ عامل ہو تو آپ کے نہ پڑھنے اور نہ لکھنے کا کوئی غم نہیں ف۴ آپ سے سیاہ کاروں کو سپیدی کی امید ہے آپ کیوں سپید کو سیاہ کریں، یعنی کاغذ سفید پر سیاہی سے کیوں کچھ لکھیں ف۵ آپ کا یہی پڑھنا ہے کہ آپ نے زبان فصاحت بیان سے کچھ فرمایا اور دور کے چلنے والوں کو خدا کی طرف بلایا ۱۲ عبدالباری آسی

گوش[1] جہاں گاہ خدا خوانیت / درج گہر شد ز سخن رانیت
گر شبۂ[2] ماندہ ازیں درج دور / یا شررے ندہد ازیں برج نور
زاں نرسد تہمت ایں درج را / زیں نرسد ظلمت ایں برج را
لعل لبت چوں شکر افشاں کند / کشور جاں را شکرستاں کند
طوطی طبعم کہ ثنا خوان تست / در ہوس یک شکر افشان تست
بوکہ کنم تازہ ثنا خوانیٔ / زیں شکرستاں شکر افشانیٔ
خار جفا ریخت براہم گناہ / لب بکشا عذر گناہم بخواہ
تا فتد ایں بار ز گردن مرا / بوے رہائی رسد از من مرا
رستہ ز خود بوسہ بخاکت دہم / رو بدر روضۂ پاکت نہم
خاطر گویا و زبان خموش / از دل پر جوش بر آرم خروش
گو ہمیت اے خواجہ فقیرم ببیں / عجز نگونساری و پیریم ببیں
شد[3] الفم دال ز غمہاے ژرف (لام) / گوش کن از حال من ایں یک دو حرف
آمدہ ام باہمہ آلایشے / منتظر بخشش و بخشایشے
دائرہ[4] کش گردم از انگشت دست / تا نزند دور فلک پشت دست

۱؎ لوگوں کے کان آپ کی خدا خوانی کے وقت آپ کے کلام بلاغت نظام کو سُن کر درج گوہر ہو گئے
۲؎ اگر کوئی موتی اس ڈبے سے دور رہی یا کسی شرر نے اس برج میں نور نہ دیا تو اس ڈبے اور اس برج پر کوئی الزام نہیں آسکتا ۳؎ شد الفم۔ یعنی میرا قد غموں کی وجہ سے جُھک گیا ۴؎ یعنی میں حصار کھینچ کر بیٹھا ہوں تاکہ ظلم آسمان سے بچا رہوں ۱۲ عبد الباری آسی

گردم آں دائرہ حصن اماں	ازخط چرخ وجفائے زماں
ازہمہ آفات نشینم سلیم	بردر دربار توجامی مقیم

درمنقبت قطب الطریق غوث الخلایق خواجہ بہاء الملۃ والدین محمد البخاری المعروف بہ نقشبند قدس اللہ تعالے سرہ العزیز

درخم[1] ایں دائرۂ نقشبند	چند شوی بند بہر نقش چند
نقش رہا کن سو نقاش رو	دیدہ بہر نقش چہ داری گرو
نقش چو[2] پردہ ست توزافسردگی	مائل پردہ شدہ ازبردگی
برفگن ازبردگی[3] ایں پردہ را	گرم کن ازوے دل افسردہ را
رستن[4] ازیں پردہ کہ برجان تست	بے مدد پیر نہ امکان تست
واں گہر پاک[5] نہ ہرجا بود!	معدن آں خاک بخارا بود!

[1] مراد یہ کہ اس دائرۂ آسمانی کے نیچے تو ہر نقش کا کب تک گرویدہ رہے گا ۱۲ [2] نقش کی حقیقت پردے سے زیادہ نہیں ہے اور تو پردے ہی کا شیدائی ہوگیا ہے، یہ تیرے دل کی افسردگی کا سبب ہے ۱۲ [3] پردے کو پردے میں رہنے والے پرسے اُٹھادے اور اپنے فسردہ دل کو گرم کر [4] مگر اس پردے کو اُٹھانا تیرے امکان میں نہیں اور یہ کام بغیر پیر کی مدد کے نہیں ہوسکتا ۱۲ [5] اور پیر جو ایک گوہر پاک ہے صرف بخارا ہی میں مل سکتا ہے ہر جگہ نہیں مل سکتا ۱۲ عبدالباری آسی

سکه که[1] در یثرب و بطحا زدند — نوبت آخر به بخارا زدند

از خط آن[2] سکه نشد بهره مند — جز دل بی نقش شه نقشبند

خواجه که بسته ز سر بندگی — در صفِ صفوت کمر بندگی

تاج[3] بها بر سر دین او نهاد — قفل هوا از در دین او کشاد

قطب یقین نقطهٔ توحید او — خلعت دین خرقهٔ تجرید او

سر فنا را به از و کس نگفت — دُرِ بقا را به از و کس نسفت

اول او آخر هر منتهی — ز آخر او جیب تمنا تهی

سایه[4] او را قدم فرش سای — پایه او را بسر عرش جای

صورت[5] او راست بمیزان شرع — جان ور از زندگی از جان شرع — دے د

حق طلبان را بنظر های خاص — داده ز اندیشهٔ باطل خلاص

هر که بدان[6] گنج عنایت رسید — رخت بدایت بنهایت رسید — کشید

راه نمای سفر اندر وطن — خلوتی دائرهٔ انجمن

۱ۓ اشاعت اسلام پہلے یثرب و بطحا سے ہوئی اور آخر کار پھر بخارا سے ۲ۓ اس سکے کا نقش کسی کے دل پر نہیں بیٹھا جیسا کہ شاہ بہاءالدین نقشبند کے دل پر بیٹھا، اسکے بعد اشعار آئندہ میں خواجہ صاحب کی ثنا وصفت ہے ۳ۓ یعنی بہاءالدین ۱۲ ۴ۓ ظاہرا اس کا سایہ فرش پر ہے مگر اسکے مرتبے کی جگہ عرش پر ہے ۵ۓ اس کی صورت سراپا مطابق شرع ہے اور اس کی جان گویا شرع کی جان ہے ۶ۓ جو اس گنج عنایت تک پہونچا اس کی ابتدا انتہا ہوگئی یعنی وہ درجۂ کمال تک پہونچا ۱۲ عبدالباری آسی

کم زده بے همدمے هوش دم ۔ درنگر بستہ نظرش از قدم
بسکه زخود کرده بسرعت سفر ۔ باز نمانده قدمش از نظر
وقت توجه[۱] شده خم چوں کماں ۔ از چلۂ خلوتیاں برکراں
بیں که چساں کرد دو صد قافله ۔ صید کمانے و کماں بے چله
چوں زنشاں ہا بہ عیاں آمده ۔ محو نشانہاش نشاں آمده
یافته در طے مقامات خویش ۔ بے صفتے را صفت ذات خویش
سلسلۂ نسبت پیران او ۔ عروۂ وثقے اسیران او
افگند آوازۂ آں (ایں) سلسله ۔ در صف شیران جہاں غلغله
سفله که نامش به حقارت برد ۔ نام خود از لوح بصارت برد
دیدۂ خفاش بود روز کور ۔ ورنه زخورشید نباشد نفور
طائر روحش[۲] که ازیں کہنه دام ۔ سدره نشیں آمده طوبے خرام (بعض نسخہ طوبی مقام)
باد به فرخنده مقر مستقر ۔ عند ملیک صمد مقتدر

۱ توجه کے وقت وه کمان کے مانند جھک کر بیٹھتے ہیں اور خلوتیوں کی چلے کی صورت سے علیحده رہتے ہیں، اگر پھر بھی دیکھیے کہ بغیر کمان اور چلے کے کیونکر انھوں نے دو سو یعنی بہت سے لوگوں کو بغیر کمان کے اپنا شکار بنایا ۱۲ ۲ اس کا طائر روح جو طوبے اور سدره کی طرف چلا گیا ہے خدا کرے کہ وه اچھے ٹھکانے میں اپنے خدائے حکمران بے نیاز اور توانا کے رہے ۱۲

عبدالباری آسی

در دعاءِ دولت خواہی جناب ارشاد پناہی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ادام اللہ تعالے ظلال ارشادہ علے مفارق الطالبین الی یوم الدین

زد[1] بجہاں دولت شاہنشہی — کوکبۂ فقر عبید اللہی

آنکہ ز حیرت فقر آگہ است — خواجۂ احرار عبید اللہ است

روے[2] زمیں کش نہ سر و نی بن است — در نظرش چوں رو یک ناخن است

یک[3] رو ناخن کہ بدست آیدش — کے برہ نقر شکست آیدش

لجۂ بحر[4] احدیت دلش — صورت کثرت صدف ساحلش

باشد[5] ازاں لجۂ قعریاب — قبہ نہ توے فلک یک حباب

دادہ[6] بجو نم کلک گہرریز را — شستہ ستم نامۂ چنگیز را

[1] زد بجہاں نوبت الخ یعنی ستارہ فقر عبید اللہ احراری رح نے دُنیا میں نوبت شاہی کی حالت پیدا کردی ہو ۱۲ [2] یعنی اس بے پایاں زمیں کی اس کی نظر میں کچھ ایک ناخن کے برابر بھی وقعت نہیں ہے ۱۲ [3] فرض کردم کہ یہ کل زمین اس کو مل جائے تو دراں حالیکہ وہ اس کو ناخن کے برابر بھی نہیں سمجھتے ان کے فقر کو کیا نقصان پہونچاے ۱۲ [4] دریاے احدیت کا لجہ یعنی وسط، یا قعر، دھارا اس کا دل ہے، اور عالم کثرت اس کے نزدیک ایسا ہے کہ جیسے کسی دریا کے ساحل پر کوئی سیپ پڑی ہو ۱۲ [5] اس بحر کہ جس کی گہرائی کا پتہ ہی نہیں چلتا تو تہ والا آسمان ایک حباب معلوم ہوتا ہے ۱۲ [6] یعنی عہد چنگیزی سے جو ظلم رائج تھے وہ اس کے زمانے میں اس کے حکم سے منسوخ ہوئے ۱۲ عبد الباری آسی

خامهٔ او کرده ز نسخ رقاع
محو خط نامهٔ ظلم از بقاع

رقعهٔ او نور ده هر سواد
بقعهٔ او ثانیِ خیر البلاد

تاجوران حلقه بگوش درش
یافته فر از رخ فرخ فرش

از لبِ شیرین چو شکر ریخته
قوتِ روان با شکر آمیخته

گشته ملائک مگسِ خوان او
راتبه خوار از شکرستان او

حلقه اصحاب که گرد وے اند
بهره ور از دارو و دردِ وے اند

دائرهٔ جمع هر امنیت ست
مرکز آن نقطه جمعیت ست

هست بآں کعبهٔ صدق و صواب
نسبتِ شاں سلسلهٔ زرناب

تا ابد این سلسله نگسسته باد
گردن ایام بدو بسته باد

در فضیلتِ مطلق سخن که در فضیلت وے مطلقا سخن نیست

پیشترین نفحهٔ باغ سخن
هست نسیم چمن آرائے کن

صبح دم آں نفحه که برخاست ست
خشک و تر این چمن آراست ست

زاں نفس اول که قلم سر زده
سر ز نیستان عدم بر زده

گر به حقیقت قلم داد سخن داده است
بے سخن او هم ز سخن زاده است

چوں ز سخن زاد سخن در گرفت
پرده ازیں راز کهن بر گرفت

هست سخن پرده کش راز ها
زنده کن مردهٔ آوازها

نغمهٔ خنیاگر دستان سرای[۱] — مرده بود جز سخن جان فزای[۱]

چون سخن یار شود ساز او — جان بحریفان دهد آواز او

هر که نفس[۱] را کند اثبات جان — جز سخن خوش نبود جان آن

هست نفس قالب و جانش سخن — این سخن[۲] از زنده دلان گوش کن

گرچه سخن هست[۲] گرہا بباد — در گرہش بین گهر صد کشاد

هر گره از وی[۳] گهر ملک به — بسته دران گوهر دیگر گره

حرفی اگر زیر شود یا زبر — نیست گره بیش خرد جز گهر

نیست سخن[۴] بسته این صوت و حرف — مرغ سخن راست نوای شگرف

هرچه فتد سر ازان در دلت — معنی نو گرد و ازان حاصلت

پیش سخندان سخن ست این همه — جان سخن را چو تن ست این همه

لاجرم آنان[۵] که ز کار آگهند — انتها — گفت[۵] جهان را کلمات الله اند

زانکه باین منهی[۶] غیب از درون — میدهد اسرار نهانی برون

---

۱ یعنی سوائے سخن کے کسی میں طاقت نہیں کہ نفس کو باعث اثبات جاں بنائے نفس بمعنی جان روح ۱۲ ۲ سخن اگرچہ خیالی چیز ہے لیکن اس کو صرف گرہ برباد نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس میں موتی ہیں ۱۲ ۳ ہر گوہر اس گرہ میں ایک اقلیم کی قیمت رکھتا ہے اور پھر اس گرہ میں دوسری گرہ ہے غرضکہ یہ سلسلہ غیر متناہی ہے ۴ سخن اس صوت و حرف کا محتاج نہیں اسلیے کہ مرغ سخن کی آواز نہایت عجیب اور بیرون از قیاس ہے ۱۲ ۵ یعنی سخن ہی کے ذریعے سے اسرار غیب کی خبریں دی جاتی ہیں، مطرب خوش لہجہ سخن ہی سے آواز نکال سکتا ہے تمام نیلگوں سخن سے بھرا ہوا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

مطرب خوش لہجہ باین در نواست — گنبد فیروزہ باین پُر صداست

خیز[۱] بگلزار درون آ یکے — نرگس مینا بگشا اندکے

از پے گوشے کہ کند فہم راز — بین دہن گل چو لب غنچہ باز

سوسن آزاد زبان در زبان — مرغ سحر خیز فغان در فغان

کاشف اسرار معانی ہمہ — عرضہ دہ گنج نہانی ہمہ

اینہمہ خود ہست ولے[۲] زادمی — کس نزدہ پیش در محرمی

چنگ سخن گرچہ بے ساز یافت — از دم او نغمۂ اعجاز یافت

کشف حقائق بزبان وے است — حل دقائق ز بیان وے است

زر سخن را[۳] چو نمودم عیار — از سخن زر چہ کشم بار عار

چون فلک از آنکہ ترازو نہی — زر مہ و مہر بیکسو نہی

پلۂ دیگر صدف دُر کنی — وز سخن ہمچو درش پُر کنی

زر سبک پایہ شود چرخ سای — دُر گرانمایہ نہ جنبد ز جای

جامی اگر ہست ترا گوہرے — پاے شد آمد[۴] بکش از ہر درے

---

۱ گلزار میں چلکر آنکھ کھول کر دیکھ گوش شنوا کی خاطر پھول کچھ راز اپنے لب سے بیان کر رہا ہے، سوسن اور مرغ سحر خیز شور مچا رہی ہیں، اور یہ سب اسرار معانی کہہ رہے ہیں ۱۲ ۲ باوجود ان سب باتوں کے بھی انسان کی طرح کوئی محرم راز نہیں اور نہ اس سے پہلے اسرار معرفت کا عارف ہوا حقائق و معارف سب اسی کی زبان سے بیان ہوئے ۱۲ ۳ جب میں نے سخن کی بانگی دکھائی ہے تو اب اُس سے کیا عار کروں، اگر تو ترازو بنائے اور زر و مہر ایکطرف رکھے اور دوسرے پلے میں گوہر سخن ہوں تو مہ و مہر کے زر کا پلہ آسمان پر پہونچے گا اور سخن کا پلہ جنبش بھی نہ کھائیگا ۱۲ ۴ شد آمد یعنی آمد و رفت ۱۲

بر زر هر سفله منه چشم آز | همچو صدف با گهر خود بساز

در فضیلت کلام موزون که هر نوع ازاں بحر بیت مشحون به لآلی مکنون و جواهر گوناگون

ای پُر[له] از آوازهٔ کوس سخن | شاهد جانهاست عروس سخن

طرفه عروسی که ز زیور تهی | آید ازو دلبری و دلدهی

چونکه به زیور شود آراسته | طعنه زند بر مه ناکاسته

چون گهرِ نظم حمائل کند | غارتِ صد قافلهٔ دل کند

چون کند از قافیه خلخال پا | پای خردمند بلغزد ز جا

چون ز دو مصراع کند ابروان | رخنه فتد در دل پیر و جوان

شود قبله

معنی رنگیں چو کند غازه‌اش | باغ شود دل ز گل تازه‌اش

منکه ز هر شاهد و می زاهدم | عمر تلف کردهٔ این شاهدم

عقل حمائل که به بر جلوه داد | عقدهٔ صبر از رگ جانم گشاد

دل که گرانمایه ز اقبال اوست | طوق کشِ حلقهٔ خلخال اوست

ابروِ او گرچه نه پیوسته است | راهِ خلاصی برجنسم بسته است

له یعنی اے آسمان کہ تو آوازۂ سخن سے پر ہے، عروس سخن شاہد جاں ہے اور یہ ایسی عروس ہے کہ بغیر کسی زیور و تکلف کے یہ دلبری و دلدہی کرتی ہے اس کے بعد سخن کی ایسی ہی تعریف ہے ۱۲

ماشطہ[1] کار آرایشش آغاز کرد　　غازہ ز خونِ جگرم ساز کرد

روز و شب آوارہ کوے ویم　　شام و سحر در تگ و پوے ویم

شب کہ مرا[2] دل سواد رہبر ست　　کرسیم از زانو و پا از سر ست

از مدد ہمت والاے خویش　　بر سر کرسی چو نہم پاے خویش

باز کشم پاے ز دامان فرش　　سر بدر آرم ز گریبان عرش

جامۂ جسم از تنِ جاں بر کشم　　خامۂ نسیاں بجہاں در کشم

بلکہ ز جاں نیز مجرد شوم　　جرعہ کش بادۂ سرمد شوم

بادہ ز جامِ جبروتم دہند　　نقل ز خوانِ ملکوتم دہند

ساقیِ سلسال و ہم سلسبیل　　مطربم آواز پرِ جبرئیل

ساقی و مطرب بہم آمیختہ　　نقل معانی ہمہ جا ریختہ

بہرہ چو برگیرم ازاں بزم گاہ　　از پے رجعت کنم آہنگ راہ

ہرچہ دہد دستم ازاں خوانِ پاک　　زلہ کنم بہر حریفانِ خاک

بر طبقِ نظم بدست ادب　　بر نمط دل کش و طرز عجب

پردۂ تشبیہ و مجازش کنم　　تحفۂ ہر محفل رازش کنم

جامی اگر اہل دلے گوش کن　　سامعہ را بدرقۂ ہوش کن

ہوش بریں تحفۂ غیبے سپار　　تا خردت نام نہد ہوشدار　　ہوشیار

۱؎ ماشطہ زینت دینے والی ۱۲　۲؎ وقت فکر شعر کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد فکر کے بعد جو نتائج حاصل ہوتے ہیں ان کا بیان ہے تا آخر داستان ۱۲ عبد الباری آسی

در تنبیہ سخنوراں و ہنر پروراں بدانچہ در بایست در شعرت نا مقبول طبع و مطبوع سماع افتد

قافیہ سنجاں[1] چو در دل زنند — در ترخ تیرہ دلاں گل زنند
روے چو در قافیہ سنجی کنند — پشت بریں دیر بہ سپنجی کنند
تن بگدازند و ہمہ جاں شوند — کوہ ببرند و سوے کاں شوند
جانکنی و کاں کنی آئین شاں — صیرفی چرخ گہر چین شاں
اے[2] کہ دریں کار جگر خوردہ — گوہر نگیں بکف آوردہ
گوہر ایں[3] کاں ہمہ یکرنگ نیست — لؤلؤ عماں ہمہ ہمسنگ نیست
گوہر و لعل[4] از دل کاں می طلب — ہرچہ بیابی بہ ازاں می طلب
ہر کہ بخس[5] کردہ قناعت خسی ست — بہ طلبی کن کہ بہ از بہ بسی ست
نا شدہ از خوے بدت[6] دل تہی — کے رسد از نظم تو بوے بہی

گنج

۱ یعنی شاعر جب فکر شعر کرتے ہیں، یہ مضمون چار شعروں تک ہے ۱۲ ۲ یہاں سے شاعروں سے خطاب فرماتے ہیں، کہ اے وہ شخص کہ تو نے سخن گوئی کے لیے محنت شاقہ برداشت کی ہے ۳ مطلب یہ ہے کہ فکر شعر کرتے ہوئے تمام شعر یکساں نہیں نکلتے ہیں، عماں ایک شہر کا نام ہے یمن میں چونکہ یہ شہر دریائے اعظم کے کنارے پر واقع ہے اس لیے دریا کا نام دریائے عماں رکھا ہے سعدی کا شعر ہے ؎ ز دریائے عماں برآمد کسے + سفر کردہ ہاموں و دریا بسے ۴ مطلب یہ کہ فکر شعر کرتا رہ اور اچھے سے اچھے مضمون کا متلاشی رہ ۱۲ ۵ جو معمولی مضمون پر قانع ہوتے ہیں وہ ادنی درجے میں رہ جاتے ہیں، بہتر کا خواہشمند رہ کہ بہت سی چیزیں بہتر سے بہتر ملتی ہیں ۱۲ ۶ اچھے مضامین کے لیے ایک یہ بھی شرط لگا دی ہے کہ پہلے تو اپنے اخلاق و عادات کو درست کرے کیونکہ اچھے برے عادات کا شعر میں اثر آتا ہے ۱۲

هرچه بدل هست زپاک و پلید | درسخن آید اثر آں پدید
جیفه[1] چو بندد دهن جوے تنگ | آب رواں گیرد ازو بوے و رنگ
چوں گره نافه کشاید نسیم | غالیه بو گردد و عنبر شمیم
نظم که نسبت بگهر باشدش | به زگهر باشد اگر باشدش
لفظ جهاں[2] گشته و معنی غریب | لیک نه بیگانه ز فهم لبیب
قافیه[3] کمیاب چو دیبای چیں | وزن سبک سنگ چو ماء معیں
نے رقم[4] کلک تکلف برو | نے کلف داغ تصلف درو
یافته از[5] صنعت وقت جمال | لیک نه بیروں ز حد اعتدال
شاهد پرورده بصد غنج و ناز | بیش بمشاطه ندارد نیاز
بر رخش از غالیه مشک سای[6] | خوب بود خال ولے یکدو جای
خال که از قاعده افزوں فتد | بر رخ معشوق نه موزوں فتد
خال جمالش به تباهی کشد | روی سفیدش بسیاهی کشد

۱ جیفه = مردار، پلید، نجس ۱۲ ۲ لفظ جہاں کی طرح ہیں اور معنی مسافر کی طرح، لیکن اسکے ساتھ شرط یہ ہے کہ اگر الفاظ کے ساتھ غریب معنی آئیں تو وہ بعید از فہم نہ ہونا چاہیے ۱۲ ۳ قافیے بدیع اور بحر کا وزن نہایت رواں اور سبک ہونا چاہیے ۴ تکلف اور تصنع یعنی آورد وغیرہ سے کام نہ لیا جائے، خودستایانہ انداز نہ ہو ۱۲ ۵ باریک بینی ہو مگر حد اعتدال سے زیادہ نہیں کیونکہ جیسے خوبصورت آدمی کو زیادہ بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں ہے ۶ اسی طرح شعر کو ضرورت نہیں ہے، جیسے معشوق کے چہرے پر ایک دو خال تو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور باقی اس کے حسن کو خراب کرتے ہیں اسی طرح زیادہ تکلف شعر کو تباہ کرتا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

این[۱] همه گفتیم ولے زین شمار — چاشنیِ عشق بود اصل کار
عشق که رقص فلک از نور اوست — خوانِ سخن را نمک از شور اوست
جامی اگر در سخنت این شور نیست — خوانِ سخن گر نه تہی دور نیست
مرد کرم پیشہ کجا خوان نهد — تا نه ز آغاز نمک دان نهد
چون نمکِ خوانِ سخن باشدت — چاشنیٔ رازِ کہن باشدت

در کشف پردۂ از حقیقت دل و در بیان آنکه دل در پہلوے اہل دل دل شود

گلبن[۲] جان را که به گل کاشتند — آرزوے غنچۂ دل داشتند
چون[۳] ز گل آن گلبن تر سر کشید — غنچۂ نورستۂ دل در دمید (بر)
ویچ دران غنچه چو اوراق گل — هرچه در آفاق چه جزو و چه کل
حسن بتان آیت تفصیل اوست — کون و مکان دفتر تفصیل او (بیان)
چرخ فلک وانچه بود در خمش — وانچه خرد نام نهد عالمش
در سعت دائرۂ دل گم ست — این همه چون قطرۂ و دل قلزم ست
آن که خدائے همه گنجد درو — این همه پیداست چه سنجد درو

۱ شاعری کے لیے سوز عشق بھی ضروری ہے اگر یہ نہ ہو تو شعر بمنزلہ فضول ہے ۱۲
۲ جان کو قالب میں اس لیے ڈالا ہے کہ دل کو پیدا کیا جائے۔ جان کو پودھے سے تشابہ کیا ہے ۱۲ ۳ یعنی جب اس پودھے میں غنچہ دل نودار ہوا، اس کے بعد کے شعروں میں دل کے صفات درج کیے ہیں ۱۲ عبد الباری آسی

اینکه پس پردهٔ تن پردگیست / دست خوش زندگی و مردگیست

مظهر اسرار دل آمد نه گل / مطرح انوار دل آمد نه گل

دل اگر این مهره بود گز گل ست / بذ / فرق دریں مهره زخر مشکل ست

لاف خردمندی ازیں مهره چند / خر هم ازیں مهره بود بهره مند

هر که دریں مهره چو خر دل نهاد / بذ / دُر گران مایه بخر مهره داد

تا نه کنی روی[۱] بدریا دلے / بنودت از گوهر دل حاصلے

تا نه زنی خیمه به پهلوی پیر / همچو خر دل نشوی بهره گیر

هست[۲] دلت بیضهٔ مرغ نکو / نے اثر جنبش و پرش و رو

تاکه بجنبش رسد انگه بپرش / زیر پر پیر دهش پرورش

پیر که باشد شه کون و مکان / خواجهٔ داو و ستد کن فکان

تخت نشینی ز سر افگندگی / تاج سرش خاک در بندگی

تن شده چون موی ز بیم و امید / مو شده از ظلمت هستی سپید

چون مه نو لیک بجهد تمام / پشت دوتا کرده بخدمت قیام

جیب دلش مشرق انوار غیب / نور بکف کرده چو موسیٰ ز جیب

---

۱ جب تک تو کسی دریا دل یعنی ولی کامل کی طرف رجوع نہ کرے اور مرشد کامل نہ تلاش کرے ۱۲

۲ دل ایک بیضہ کے مانند ہے نہ یہ جنبش کر سکتا ہے اور نہ اڑ سکتا ہے، اس کے بعد دوسرے شعر میں کہا ہے کہ اگر تو یہ چاہے کہ اس میں جنبش اور پرواز پیدا ہو تو اس کو پر پیر کے نیچے رکھ اس کے بعد باقی شعروں میں پیر کی تعریف کی گئی ہے ۱۲ عبدالباری آسی

زندگیِ دل چو مسیح از دمش — سبزیِ جاں چوں خضر از مقدمش
طلعتِ او نورِ سعادت فشاں — خلعتِ او دامنِ دولت کشاں
علمِ یقین بردہ بہ چرخش علم — گشتہ وے از عینِ یقین دیدہ نم
علم[۱]
سینۂ پاکیزہ اش از کبر و کیں — حقۂ پر گوہرِ حق الیقیں
صحبتش اکسیر مسِ ہر وجود — ہمتش ایثار کنِ بحرِ جود
جامی اگر نقدِ یقیں بایدت — جدی و جہدی بہ ازیں بایدت
پا بکش از ہر چہ بود زاں گزیر — دامنِ اقبال چنیں پیر گیر

صحبت اوّل با پیر روشن ضمیر در تاریکی شب ظن و تخمین رسیدن مرید بواسطۂ وے بدولت علم الیقین!

دوش کہ چوں نورِ یقیں در گماں — روز مشد اندر تتق شب نہاں

۱ـ یقین کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں، اول علم الیقین جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا اس طرح یقین ہو کہ اس میں شک شبہہ کی گنجائش نہ ہو اس حالت میں کہ اس کو دیکھا نہ ہو دوسرا درجہ عین الیقین ہے کہ کسی چیز کی حقیقت و ماہیت پر اُس کے دیکھنے کے بعد یقین کامل رکھتا ہو، مثلاً آگ کا دور سے دیکھنا، تیسرا درجہ حق الیقین ہے کہ کسی چیز پر یقین اس طرح کرنا کہ خود اس میں داخل ہو، سب سے زیادہ قوی ہے ان سب کی مثالیں یہ ہیں، ایک شخص زہر کو جانتا ہے کہ وہ قاتل ہے یہ درجہ علم الیقین کا ہے، کسی نے زہر اُسکے سامنے کھایا اور وہ مرگیا یہ درجہ عین الیقین کا ہے، اگر خود زہر کھایا اور زہر کی سمیت نے اس پر اثر کیا یہ حق الیقین ہے ۱۲ عبدالباری آسی

پردهٔ شب روی زمین را نهفت ظلمت شک نور یقین را نهفت
برق هدایت ز سحاب کرم! شعله برافراخت علم بر علم
چشم کشادند بهم روشناں ظلمتیاں را همه چشمک زناں
کامشب[۱] ازاں جا که طلبگاریست نے شب خفتن شب بیداریست
چشم[۲] من از چشمک شاں باز شد دولت بیدار رہم آغاز شد
روشنی[۳] در دل تنگم فتاد تیرگیِ غفلتم آمد بیاد
آه تلهف[۴] زد لم تاب زد اشک تاسف بگلم آب زد
سر ز گریبان[۵] وفا بر زدم دست[۶] بدامان دعا بر زدم
بهر دعا از گره مشت من بند کشا گشت هر انگشت من
دست طلب[۷] بر فلک افراختم تیر دعا بر هدف انداختم
گفتمش ای قبلهٔ آزادگاں راه نمای زره افتادگاں
صنع تو اکسیر هر جامه ست فضل تو سرمایهٔ هر مفلسی ست

۱ یعنی ستاروں نے اہل جہان کو اشارے کیے کہ یہ طلبگاری کی رات ہے، سُونے کا نہیں بلکہ جاگنے کا موقع ہے ۲ میری آنکھ اُن کے اشارے سے کھل گئی اور میں جاگ اُٹھا ۳ میرے دل میں ایک روشنی ہوئی اور مجھے اپنی غفلت کا زمانہ یاد آیا ۱۲ ۴ افسوس کہ آہ میرے دل سے نکلی اور عمر گزشتہ پر افسوس کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہو گئے ۵ میں نے گریبان وفا سے سر نکالا اور میں دعا مانگنے لگا ۶ میں نے آسمان کی طرف دست دعا اُٹھائے اور دعا کے تیر نشانے پر پھینکنے لگا ۱۲

همّت دوں رونق دینم برد ‌ ‌ ظلمت شک نور یقینم برد

(شمع) پیش رهم رهبر دینی فرست ‌ ‌ بهر شبم نور یقینی فرست

لب ز دعا سیر نه گشته هنوز ‌ ‌ وقت تضرع نگذشته هنوز

ناگهم از دور چراغی نمود ‌ ‌ در دل من نور فراغی نمود

پیشتر آمد علم نور گشت ‌ ‌ زنگ زدائے شب دیجور گشت

چوں علم نور گریباں شگافت ‌ ‌ طلعت خضرش ز گریباں بتافت

خضر چه گویم که چو خضرش هزار ‌ ‌ بود ز سرچشمهٔ او جرعه خوار

(آب) چشمهٔ خضر آتش شوقش داشت ‌ ‌ زندگی از جام مسیحاش داشت

چشم من القصه چو بر وی فتاد ‌ ‌ شعله درین خشک شده نے فتاد

نور یقینم ز درون بر فروخت ‌ ‌ خار و خس وهم و گمانرا بسوخت

زود بجستم چو مصلے ز جاے ‌ ‌ همچو مصلاش فتادم بپاے

لہ یعنی میں نے خدا سے کسی رہبر صادق کے لیے درخواست کی ۱۲ ۲ے میری دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی اور میں تضرع و زاری سے فارغ نہ ہوا تھا کہ یہ حال ہوا جو اگلے شعروں میں بیان کیا ہے، کہ یکایک مجھ کو ایک چراغ دکھائی دیا اور میرے دل کو ایک قسم کی فراغت ہوئی ۳ے وہ چراغ اور قریب آیا تو علم نور بن گیا، اور اُس نے شب تاریک کو روشن کر دیا ۴ے اُس علم نور نے صورت خضر اختیار کی ۵ے بلکہ وہ طلعت مبارک خضر سے بھی زیادہ تھی اور خضر سے بہت سے لوگ اُس کے سرچشمے سے جرعہ خوار تھے، ۶ے چشمۂ خضر میں اُس کے شوق کی آگ لگی ہوئی تھی، اور اس کو جام مسیحائی سے اس کو زندگی ملی تھی، اس کے بعد کے شعروں میں اپنی حالت بیان کی ہے ۱۲ (آسی)

روی چو نعلین بپا سودمش — پای ز بس بوسه بفرسودمش
دست کرم کرد[1] به فرقم دراز — کای سر تو خاک براه نیاز
روی بمن کن که حبیبِ توام — نبض بمن ده که طبیب توام
ره که در[2]ین مرحله ام داده اند — خاص برای تو فرستاده اند
بازنما علّت[3] بیماریت — شرح ده اسباب گرفتاریت
گفتمش[4] ای خضر مسیحا نفس — خضر و مسیحا توئی امروز بس
از قدمت سبزهٔ عیشم دمید — وز نفست ذوق حیاتم رسید
عین شفا شد ز تو بیماریم — به ز صد اطلاق گرفتاریم
صحبتِ من دولتِ دیدار تست — شربتِ من لذتِ گفتار تست
روی تو شد حجّتِ ایمانِ من — نور یقین زد علم از جانِ من
آنچه رسید از تو بجان سقیم — باشد ازان حجت و برهان عقیم
وآنچه شدم از تو بآن ره شناس — مفتتح آن نیست دلیل و قیاس
بر من ازین بیش غم باری نماند — بر رخ مقصود غباری نماند
لیک ازین هم ز پا اوفتم — گر تو مبادا که جُدا اوفتم
اختر بختم متواری شود — صبح یقینم شب تاری شود

[1] پیر کی توجہ کا بیان ہے [2] یعنی مجھے حضور تیرے لیے بھیجا گیا ہے [3] تو اپنی بیماری کا حال بیان کر [4] یہاں سے اپنا حال بیان کیا ہے ۱۲

گفت کہ جامی مشو اندیشہ ناک
چوں شدت آئینہ ز اندیشہ پاک

باش ہمیشہ ذرۂ دل بہ من
آئینۂ ذات دار مقابل بہ من

تا ز فروغ کہ ز من بر تو تافت
دانش تو دیدہ شود دیدہ یافت

یافت ترا از تو رہاند تمام
جملہ یکے یابی و بس والسلام

صُحبتِ دوم با پیر صاحب تمکیں و روشن شدن چشم مُرید بنور عین الیقین"

صبح کہ بر جاشیۂ ایں چمن
زد علم نور فشاں نسترن

ریخت ازیں گلشن فیروزہ فام
شاخ شگوفہ ورق سیم خام

بادِ سحر خیز گل افشاں رسید
رخت سلوکم بگلستاں کشید

جلوہ گہے یافتم آراستہ
سُوئے بسو جلوہ گراں خاستہ

بلکہ یکے صومعۂ بستہ صف
اہلِ صفا گردوی از ہر طرف

سبز مصلّا ز گیا ساختہ
گرد بہ گرد چمن انداختہ

سبز لباساں بہ خشوع تمام
کردہ بہ بالائے مصلّا قیام

مرغِ چمن زمزمہ ساز ہمہ
کردہ ادا وردِ نماز ہمہ

ف ۱ یعنی صبح ہوئی اور نور پھیلا، بادِ نسیم چلی اور میں باغ میں گیا ۱۲ ف ۲ میں نے ایک جلوہ گاہ دیکھی بلکہ وہ ایک عبادت خانہ تھا کہ اہلِ صفا اس کے گرداگرد صف باندھے کھڑے تھے ۱۲

ف ۳ سبزۂ خودرو کا سبز مصلا بنایا تھا ف ۴ سبز لباسوں سے مراد درخت ف ۵ مرغانِ چمن جو چہچہے کر رہے تھے وہ گویا ان کا وردِ نماز ادا کر رہے تھے ۱۲

جستہ چنار[۵۱] اشرف اوقات را دست برآوردہ مناجات را
او بمناجات[۵۲] چو تلقیں شدہ نسترن و یاسمن آمیں شدہ
گل کہ بہ تجرید[۵۳] بود رہنموں نقد خود آوردہ زخرقہ بروں
غنچہ بہ تعلیم طریق[۵۴] ادب از سخن و خندہ فروبستہ لب
کردہ بنفشہ چو مراقب نشست با قد خم دادہ سر افگندہ پست
نرگس اکمہ کہ ہمہ دیدہ بود گفت چو دیدش نہ پسندیدہ بود
دیدہ جہاں بیں نشود جز بدوست کور بود ہر کہ نہ بینا با دست
کلۂ لالہ شدہ سر سائے میل زمرد بدروں دادہ جائے
یا بمیانش الفے[۵۵] کردہ راہ گشتہ پے نفی سوا لا آلہ
قمری و بلبل[۵۶] زدہ راہ سماع مستمعان کردہ بوجد اجتماع

۵۱ چنار نے یہ صبح کا بہترین وقت تلاش کیا تھا، اور مناجات کے لیے ہاتھ اُٹھائے تھے چنار کے پتوں کو شعرا پنجۂ دست سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲

۵۲ چنار مناجات کے لیے ہاتھ اُٹھائے تھا اور چنبیلی اور سیوتی وغیرہ آمین کہہ رہی تھیں ۱۲

۵۳ پھول جو طریق تجرد کا رہنما ہے اس نے اپنے نقد کو خرقے سے نکال کر لٹانا شروع کیا تھا، مراد رنگ سفید سے ۱۲

۵۴ غنچۂ طریق آداب کی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش تھا، اور نہ ہنستا تھا نہ بات ہی کہتا تھا ۱۲

۵۵ لالہ کی ڈنڈی کو الف سے تشبیہ دی اور لالہ میں جب درمیان میں الف آیا تو لا الٰہ ہو گیا ۱۲

۵۶ قمری و بلبل راہ سماع کو طے کر رہی تھیں اور سننے والے وجد میں آرہے تھے ۱۲

بر دف گل برگ جلاجل(۱) شده
شاخ ز رقت متمایل شده

من بحنینش(۲) وقت پُر از یاد پیر
جان و دلم شاد به ارشاد پیر

آتش شوقش ز درون شعله کش
برده ز من صبر و سکون شعله وش

گرد چمن طوف کنان میشدم
جامه دران نعره زنان میشدم

روی نمود آدمی با جمال
هست نه و نیست نه همچون خیال

چشم کشادم بتأمل که کیست
آمدنش سوی چمن بهر چیست

در دلم افتاد که پیر منست
صیقل مرآت ضمیر منست

پردهٔ دوری چو شد از پیش دور
دیدنش آن موج فشان بحر نور

پیش دویدم(۳) که سلام علیک
روحی و جسمی و فؤادی لدیک

گفت جوابی که چو آب حیات
داد ز اندیشهٔ مرگم نجات

از لمعات رخ و نور جبیں
چشم مرا ساخت چو دل تیزبین

شد مدد(۴) نور نظر نور دل
گشت بصیرت به بصر منتقل

آنچه دل(۵) از پیش ندانسته بود
پیش بصر جمله هویدا نمود

۱ دف گل پر پتے جھانجھ کا کام کر رہے تھے اور شاخ کمزوری کی وجہ سے جھکی جا رہی تھی ۱۲ ۲ یہاں سے اپنی حالت کا بیان ہے ۱۲ ۳ میں دوڑا ہوا سامنے گیا اور کہا تجھ پر سلام ہو میرا جسم و روح اور میرا دل تیرے نزدیک ہے ۱۲ ۴ پیر کے نور نظر کی مدد میرے دل کا نور بن گئی ۱۲ اور میری بصیرت بصر میں منتقل ہو گئی ۱۲ ۵ یعنی جو اسرار میرے دل کو بھی معلوم نہ تھے وہ میری نظر نے دیکھ لیے ۱۲

دید که عالم ز سمک تا سما[۵۱] — نیست بجز واجب ممکن نما
هستی واجب[۵۲] یکے آمد بذات — هست تعدد ز شیون و صفات
کثرت صورت ز صفاتست و بس — اصل همه وحدت ذاتست و بس
بحر یکے موج هزاراں هزار — روے یکے آئینه ها بیشمار
دیده چو شد بهره ور آں سال ز پیر — گفتمش اے خواجهٔ روشن ضمیر
دیده ز یمن نظرت یافتیم — وز همه یا یمن ترت یافتیم
انچه مرا ز ابر نوالت رسید — سبزه ز باران بهاری ندید
وانچه ز مهرت بدل و دیده تافت — ذره ز خورشید درخشاں نیافت
مدح تو نے حوصلهٔ چوں منست — منقبت جاں نه حد هر تن ست
گفت که جامی تو کجائی هنوز — باش که تا صبح تو آید برد
راه سلوک تو بپایاں رسد — دانش و دید تو بوجداں رسد

فارغ ازیں جسم و دل و جاں شوی
هرچه بدیدی[۵۳] بیقیں آں شوی

۵۱ یہ معلوم ہوا کہ عالم زمین سے لے کر آسمان تک سب واجب ہے جو بصورت ممکن دکھائی دے رہا ہے ۱۲ ۵۲ ہستی واجب بہ لحاظ ذات ایک ہے، مگر یہ تعدد صرف شیون وصفات کی وجہ سے معلوم ہو رہا ہے ۱۲ ۵۳ یعنی پھر تو درجۂ عین الیقین سے حق الیقین پر فائز ہو جائے گا ۱۲ (آسی)

صحبت سوم با پیر حقیقت بیں و یافتن مرید گوہر مقصود از خفقۂ حق الیقین

چاشت کہ خورشید علم بر فراشت ظلمت سایہ بزمیں کم گزاشت
ہر علم[1] از سایہ فزاید پناہ جز علم خور کہ بود سایہ کاہ
خنجر زریں چو کشید از شکوہ سایہ شد از دست گریزاں بکوہ
چہرہ بر افروخت چو نیلی تتق زیب دگر یافت افق تا افق
سائۂ ظلمت ز میاں دور شد ظلمتِ سایہ ہمگی نور شد
من بچنیں روز ز ادبار خویش ماندہ چو سایہ پس دیوار خویش
تنگ شدہ بر دل من شہر و کوے طوف کناں تافتم از شہر روے
پاے نہادم بہ تماشا و گشت رخت کشیدم سوِ صحرا و دشت
عاقبتم گشت بدشتی کشید کش نہ کراں بود نہ پایاں پدید
بادیۂ پہن چو صحنِ امل دور چو از دیدۂ غافل اجل
بسکہ سر افراختہ زو گردباد[2] خیمۂ گردوں شدہ ذات العماد
صد گلہ گورش ز یمین و یسار صد رمہ آہوش بہر مرغزار
ہرگز از آسیب شکار افگناں آہو و گورش نشدہ تنگ زناں
بہر رہائی ز سنگ تیز تاز روبہش از حیلہ گری رشتہ باز

---

[1] ہر علم کا قاعدہ ہے کہ وہ سایہ سے پناہ بڑھاتا ہے اور پیدا کرتا ہے سوائے علم خورشید کے کہ وہ سایہ کو گھٹاتا ہے ۱۲

[2] چونکہ اس جنگل میں بگولے اُٹھ رہے تھے تو خیمۂ گردوں میں ٹھنبے لگے ہوئے معلوم ہوتے تھے ۱۲

انچه ازو[1] خواب بروز اضطراب
دیدهٔ خرگوش ندیده بخواب

کنده و دانش همه دندان آز
از جگر خویش شده طعمه ساز

بود عجب بادیهٔ دل کشائے
شوق در و قوت پا آزمائے

در هوس پیر دمے می زدم
در طلب وی قدمے می زدم

سیر من آخر بمقامے رسید
کز طرفش مژدهٔ کامے رسید

در پے آں کام شدم گام زن
نائرہ در خرمن آرام زن

تا بفلک رنگ یکے سبزه زار
گرد چو خورشید یکے چشمه سار

بر لب آں چشمه وضو کرده پیر
نور فشاں چهره چو بدر منیر

سبق نمودم بدعا و سلام
پیش گرفتم سبق احترام

گوش کرامت بخطابم نهاد
درج حقیقت بجوابم کشاد

لطف جوابش چو نسیم بهار
بند کشاد از دل من غنچه وار

کرد چو ایں بند کشائی مرا
داد ز هر بند رهائی مرا

رشتهٔ من از گرهِ قید رست
بر گرہ هم گوهر اطلاق بست

قطرهٔ ناچیز به بحر آرمید
هستی خود را همگی بحر دید

در صور بحر چو موج بخار
یافت همه جلوهٔ خویش آشکار

چوں پے گوهر سوئے دریا شتافت
هیچ گهر جز گهر خود نیافت

[1] یعنی وہ چیز کہ اضطراب کی وجہ سے اسکی نیند اڑا دے خرگوش نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھی ۱۲

چون بتماشا سوی خود ننگریست ‌ ‌ ‌ هیچ ندانست که جز بحر چیست

جامی اگر زانکه زدی دست و پای ‌ ‌ ‌ تا که بدین بحر شوی آشنای

غرقۂ بحر آمده غواص شو ‌ ‌ ‌ طالب در و گهر خاص شو

در دلت از شعلۂ حالیت هست ‌ ‌ ‌ لائق آن حسن مقالیت هست

سوختۂ شعلۂ حالات باش ‌ ‌ ‌ ساختۂ شرح مقالات باش

مقالۂ اول در آفرینش عالم که آئینۂ جمال اسمائے سما وصفات آفرینندہ است سبحانہ و تعالیٰ

شاهد[1] خلوتگه غیب از نخست ‌ ‌ ‌ بود بے جلوہ کمر کردہ چست

آئینۂ غیب نمایش داشت ‌ ‌ ‌ جلوہ نمائی همه با خویش داشت

ناظر و منظور هم او بود و بس ‌ ‌ ‌ غیر وی این عرصه نه پیمود کس

جمله یکے بود دوئی هیچ نه ‌ ‌ ‌ دعوی مائی و توئی هیچ نه

بود قلم رشته[2] ز زخم تراش ‌ ‌ ‌ لوح هم آسوده ز رنج خراش

عرش[3] قدم بر سر کرسی ننهاد ‌ ‌ ‌ عقل سر نادره پرسی نداشت

دائرہ چرخ[4] بصد دخل و خرج ‌ ‌ ‌ بود بمطمورۂ یک نقطه درج

[1] ذات پاک ایزد متعال اپنا جلوہ دکھانا چاہتی تھی مگر اسوقت تک وہ خود ہی ناظر اور خود ہی منظور تھی، [2] لوح و قلم اُس وقت تک کچھ پیدا نہ ہوئے تھے [3] عرش و کرسی بھی نہ تھے اور عقل اوّل بھی موجود نہ تھا [4] دائرہ چرخ ایک نقطہ میں درج تھا ۱۲ (آسی)

سکۂ فلک ناظم انجم نبود[۱] — پشت زمیں حامل مردم نبود
نطفۂ آبا[۲] بہ مضیق جہات — بود مصون از رحم امہات
بود درین مہد فروبستہ دم — طفل موالید بخواب عدم
دیدۂ آں شاہد نابود بیں[۳] — معنی معدوم چو موجود بیں
گرچہ ہمی دید[۴] در اجمال ذات — حسن تفاصیل شیون و صفات
خواست[۵] کہ در آئینہ ہائے دگر — بر نظر خویش شود جلوہ گر
درخور ہر یک[۶] ز صفات قدم — روئے دگر جلوہ دہد لاجرم
روضۂ جاں بخش[۷] جہاں آفرید — باغچۂ کون و مکاں آفرید

ف۱ نہ آسمان پر تارے تھے اور نہ زمین پر آدمی تھے ۱۲ ف۲ آبا سے مراد آبائے علوی یعنی نو آسمان یا سبعہ سیارہ، امہات سے مراد امہات سفلی یعنی عناصر اربعہ یا طبقات زمین، یعنی ہنوز یہ چیزیں موجود نہ تھیں، چونکہ سبعہ سیارہ یا آسمانوں کی گردش سے زمین متاثر ہو کر موالید ثلاثہ کو پیدا کرتی ہے لہذا اول کو آبا، دوم کو امہات کہا ہے اور موالید کا آگے ذکر کیا ہے؛ موالید ثلاثہ سے مراد جمادات، نباتات، حیوانات ۱۲ ف۳ اس شاہد کی دیکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ، اور معدوم کے معنی موجود کی طرح دریافت کر ۱۲ ف۴ اگرچہ اجمال ذات میں یہی باتیں وہ دیکھ رہا تھا اور مختلف شیون و صفات اس میں موجود تھیں ۱۲ ف۵ مگر اس کی خواہش یہ ہوئی کہ دوسرے آئینوں میں اپنی نظر کو اپنا جلوہ دکھائے ۱۲ ف۶ اور ہر ایک کے لائق صفات قدم سے دوسری طرح جلوہ کرے ۱۲ ف۷ اسی لیے طرح طرح کے مناظر میں اپنا جلوہ دکھایا، جہاں کا باغ اور باغیچہ کون و مکاں پیدا کیا، اس کے بعد رنگا رنگیٔ جلوہ کے متعلق اشعار لکھے گئے ہیں

کرد ز هر شاخ گل و برگ و خار — جلوۂ او حسن دگر آشکار
سرو نشان از قد رعناش داد — گل خبر از طلعت زیباش داد
غنچه سخن از شکرش کرده ساز — قفل ز درج گهرش کرده باز
سبزه به گل غالیۂ تر سرشت — پیش گل اوصاف خط او نوشت
شد هوس طرۂ او باد را — بست گره طرۂ شمشاد را
نرگس جماش بآن چشم مست — زد رهِ مستان صبوحی پرست
فاخته با طوق تمنائے سرو — زد نفس شوق ز بالائے سرو نبہ
بلبل نالنده بدیدار گل — پرده کشا گشت ز اسرار گل
کبک دری یا یحیا بر زده — زد و بسر سبزه قدم سر زده
قمری بنهاده بشمشاد دل — سوخت بداغ غمِ او شاد دل
مرغ سحر ساخت بناز و عتاب — در نظر نرگس بسیار خواب
حسن ز هر جا که زد از قصر سر — عشق شد از جائے دگر جلوه گر
حسن ز هر چهره که رخ بر فروخت — عشق ازاں شعله دلے را بسوخت
حسن بهر طره که آرام یافت — عشق دلے آمد و در دام یافت
حسن ز هر لب که شکر خنده کرد — عشق دلے را به غمش بنده کرد نبہ
حسن چو از عشق بگیرد غذاے — عشق هم از وے نگریزد بپائے
قالب و جانند بهم حسن و عشق — گوهر و کانند بهم حسن و عشق

از ازل این هر دو بهم بوده اند — جز بهم این راه نه پیموده اند
هستی ما هست ز پیوند شان — نیست گشاد همه جز بند شان
حسن کش از عشق گرفتارئے — جنس نفیس ست خریدارئے

حکایت شیخ روزبهان قدس سرهٗ با بیوه زنے که میوهٔ دل خود را شیوهٔ مستوری می آموخت آتش حرمان بیدلان را می سوخت

روزبهان فارس میدان عشق — فارسیان را شه ایوان عشق
پیش در پردهٔ سرائے رسید — از پس آں پرده صدائے شنید
کز سر مهر و شفقت مادرے — گفت بخورشید لقا دخترے
کای بجمال از همه خوبان فزون — پای منه هر دم از ایوان برون
ترسم از افزونی دیدار تو — کم شود انبوه خریدار تو
نرخ متاعے که فراواں بود — گر مثل جاں بود ارزاں بود
شیخ چو آں زمزمه را گوش کرد — بحر محبت ز دلش جوش کرد
بانگ برآورد که اے گنده پیر — از دل ایں بیخ هوس کنده گیر
حسن نه آنست که ماند نهان — گرچه بود پرده جهاں در جهان
[illegible] که در پردهٔ مستوری است — زخم هوس خوردهٔ منظوری است

[illegible]ہاں ایک صوفی کامل تھے جنکی لکھی ہوئی تفسیر "عرائس البیان" بہت مقبول و معروف ہے ۱۲
[illegible]پردۂ مستوری میں رہتا ہے ہر وقت اس کو یہ تمنا رہتی ہے کہ کسی نظر کا منظور ہو ۱۲

تا ندرد[1] چادر مستوریش
جا نشود نظر منظوریش

جلوہ کہ ہر لحظہ تقاضا کند
بہر دلے داں کہ تماشا کند

تا ز غم عشق چو شیدا شود
کوکبۂ حسن ہویدا شود

جامی اگر زندہ و بینندۂ
در صف عشاق نشینندۂ

سرمہ ز خاک قدم عشق گیر
زندہ بزیر علم عشق میر

مقالۂ دوم در بیان آفرینش آدم علیہ السلام کہ آئینۂ ذات و مظہر جمیع اسما و صفات آفرینندہ است سبحانہ و تعالی

پیش کہ از ابر[2] صفا نم نبود
رستۂ گل صفوت آدم نبود

بود جہاں[3] یک بیک آئینہ ہا
بلکہ سراسر ہمہ گنجینہ ہا

بر سر ہر[4] گنج طلسمے دگر
نقد در و گوہر اسمے دگر

لیک نشانے ز مسمے نداشت
مظہر جمعیت اسما نداشت

شاہ ازل خواست چناں[5] مظہرے
چید ز دریاے قدم گوہرے

[1] جب تک کہ پردہ مستوری باقی ہے حسن کو کسی نظر میں جگہ نہیں ملسکتی اور حسن جبتک حجاب کو نہ اٹھائیگا کسی آنکھ میں جگہ نہ پائیگا [2] جبتک کہ ابر صفات ایزدی نہ کھلیا تھا صفوت آدم کا گل بھی نہ پھولا تھا ۱۲ [3] جہاں سراسر آئینہ کی بلکہ گنجینہ کی طرح تھا ۱۲ [4] ہر خزانے پر ایک نیا طلسم بنا ہوا تھا اور اس کے اندر دوسرے گوہر ہیں ۱۲ [5] یعنی اللہ تعالے کی مشیت ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو بنائے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" ۱۲

ساخت دلش مخزن اسرار خویش ــــ کرد رخش مطلع انوار خویش
ہر چہ عیان داشت بر و چرخ گرد ــــ ہر چہ نہان داشت در و درج کرد
شد ز رہ صورت و معنی بہم ــــ مجمع بحرین حدوث و قدم
علم[1] الاسماء رقم دفترش ــــ خمر[2] طینت صدف گوہرش
گونۂ گندم بادمش[3] سپرد ــــ نامش ازاں روے جز آدم نبرد
سایہ بر اوج فلک انداختش ــــ سجدہ گہ فوج ملک ساختش
جز سر فرقت[4] زدگاں ہر کہ بود ــــ چہرہ بخاک رہ آں پاک سود
بزم کرامت ز رخش بر فروخت ــــ ہر کہ رخش دید بر آں چشم دوخت (دیدہ)
چوں برخش چشم[5] ہمہ تیز دید ــــ نیل عصی آدم بر روے کشید
باز بجانش پے[6] دفع گزند ــــ تا بشے از تاب علیہ او فگند
تیرگی معصیتش دور شد ــــ ظلمت نیلش علم نور شد

[1] مراد "علم آدم الاسماء کلہا" مصرع دوم میں اشارہ ہے اُس حدیث کی طرف جس میں حکم ہوا ہے کہ آدم کی مٹی چالیس دن رات تک خمیر کی گئی ۱۲ [2] یعنی آدم علیہ السلام کو گندم گوں بنایا اور اسی وجہ سے نام آدم ہوا کیونکہ اُدمت گندم گونی کو کہتے ہیں اور اسی سے آدم مشتق ہی بعض کہتے ہیں کہ آدم کلمۂ عجمی ہے ۱۲ [3] اشارہ ہے "لآدم" کی طرف ۱۲ [4] فرقت زدگاں سے مراد ابلیس کہ وہ خدا اور آدم سے جدائی کا خواستگار ہوا ۱۲ [5] جب دیکھا کہ سب آدم کو نظر تیز سے دیکھ رہے ہیں تو دفع نظر بد کے لیے عصی آدم کے نیل کا ٹیکا ان پر لگایا ۱۲ [6] پھر اس گزند کے دفع کرنے کے لیے "فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم" کی روشنی ڈالی ۱۲ (آسی)

سیر وجودش بلطافت کشید
دور کمالش بخلافت رسید

کشور اسمائے الٰہی گرفت
مملکت نامتناہی گرفت

پرتو او بر زن و بر مرد تافت
ہر کہ ازو ہر چہ طلب کرد یافت

آئینۂ شد [ف۱] کہ برو چشم کس
چوں نظر انداخت خدا دید و بس

بلکہ نبود از دل ظلمت زدائے
شاہد و مشہود درو جز خدائے

اے ز رہ او درشت آمدہ [ف۲]
وز کرمش پشت بہ پشت آمدہ

پشت وفا بر گہر او مکن
دست جفا در کمر او مکن

حیف بود صورت آدم ترا
معنی شیطاں شدہ ہمدم ترا

سہل [ف۳] بود جلد کتاب کریم
بستہ بر افسانۂ دیو رجیم

دلق صفا در برد زیر بغل
کردہ نہاں دفتر زرق و حیل

گرگ دلے صورت یوسف کہ چہ
صورت اگر نیست تاسف کہ چہ

اصل [ف۴] چو معنی ست کہ بگذاشتی
دل بسوئے فرع چرا داشتی

ف۱ یعنی آدم پھر ایسا آئینہ بن گئے جس کسی نے انھیں دیکھا وہ نظر خدا بیں بن گیا ۱۲

ف۲ یہ ہر آدمی سے خطاب ہے کہ تو پشت آدم سے پیدا ہوا ہے اسکے گوہر عالی پر دھبا نہ لگا ۱۲

ف۳ یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی جلد افسانۂ شیطان پر باندھ دی گئی ہے

ف۴ یعنی اصل معنی کی طرح ہے وہ تو تو نے نظر انداز کر دی تو پھر فرع کی طرف توجہ کیوں کی ۱۲

قدر شناس گہر خویش باش — صیرفی سیم و زر خویش باش
گر زرِ[1] خالص شدهٔ خوش ترا — ورنه چه چاره است ز آتش ترا
آتشی از سوز[2] طلب برفروز — ہر غل و غش راکہ بیابی بسوز
جوہر دل را ز عرض پاک کن — چشم خرد را ز غرض پاک کن
دامن جاں درکش از آلودگی — نیست در آلودگی آسودگی
بند ز تن بگسل و آزاده شو — نقش دوئی دور کن و ساده شو
زاد مریداں رہ آزادگی ست — شیوهٔ آئینه دلاں سادگی ست
ساده دلے باش و پسندیده ذات — پاک ز زنگ صور کائنات
تا چو ازیں مرحله بیروں شوی — ہم نفس شاہد موزوں شوی
پیش نگاری شوی آئینه نه — کش نه بود ہیچ ز آئینه به

حکایت مسافر کنعانی که برسم ارمغانی آئینهٔ نورانی پیش روی حضرت یوسف نهاد

یوسف کنعاں چو بمصر آرمید — صیت وی از مصر بکنعاں رسید
بود دراں غمکده یکه دوستش — پر شده از مغز وفا پوستش
ره بسوی مصر جمالش سپرد — آئینهٔ بهره آورد برد

[1] یعنی اگر تو زر خالص ہی تو مرحبا اور اگر ایسا نہیں ہی تو آگ میں پڑنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے
[2] اک آگ سوز طلب کی روشن کرکے اپنی کھوٹ کو جلا اور زر کو خالص کرلے ۱۲

یوسف ازو کرد نهانی سوال — کای شده محرم بحریم وصال
در طلبم رنج سفر بردهٔ — زین سفرم تحفه چه آوردهٔ
گفت بهر سو نظر انداختم — هیچ متاعی چو تو نشناختم
آئینهٔ بهر تو کردم بدست — پاک ز هر گونه غباری که هست
تا چو بآں دیدهٔ خود وا کنی — طلعت زیبات تماشا کنی
تحفهٔ افزوں ز لقاے تو چیست — گر روی از جاے بجاے تو کیست
نیست جهاں را بصفائے تو کس — غافل ازیں تیره دلانند و بس
جامی ازیں تیره دلاں هیچ باش — صیقلی[51] آئینهٔ خویش باش
تا چو بتابی رخ ازیں تیره جاے — رُه — یوسف غیبت[52] شود رخ نماے

مقالهٔ سوم در بیان آنکه آدمیت آدمی نه بصورت ماء و طین است بلکه بسعادت اسلام و دین و اول ارکان این سعادت اقرار بکلمتین شهادت

ایکه در[53] دولت دیں کم زنی — چند دم از نسبت آدم زنی
آدمی آنست که دینی درست — محو گماں کرده یقینی درست

[51] صیقلی، یعنی صیقل کرنے والا ١٢ [52] تا کہ جب تو دنیا سے جائے تو یوسفِ غیب سے ملکے اور وہ تجھے منہ دکھا سکے ١٢ [53] یعنی جب تجھے دین سے کوئی غرض اور واسطہ ہی نہیں ہے تو پھر تو اپنے آپ کو آدمی کیونکر کہتا ہے ١٢

گر بود این[1] پیکر گل آدمی　　زود در و دیوار ندارد کمی
بلکہ فزون باشد از و در نمود　　بہرۂ دیوار بسلک وجود
آدمیے پشت بر ایام کن　　روے بمعمورۂ اسلام کن
پیش شریعت[2] رو اسلام پنج　　میرسد ارکان حروفش بہ پنج
رکن نخستیں[3] کہ شہادت بود　　راہ خلاف آمدہ عادت بود
ہست دو[4] رہ ہردو بہم متصل　　گام زناں زیں دو رہ ارباب دل
آں یکے[5] اقلیم الٰہی کشائے　　شد بہدایت رہ وحدت نمائے
دیں دگرت گنج فتوت نشاں　　پردہ بدہلیز نبوت کشاں
در بہنایت نگری بہرہ است　　عاقبت ہردو ازاں اللہ است
ہست یکے ظرف بغایت شگرف　　ناطقہ اش ساختہ از صوت وحرف
نیست بجز شہد سعادت درو　　ہر الف انگشت شہادت درو
دست ازیں شہد بعاوت بدار　　چوں الف انگشت شہادت برآر

[1] اگر آدمی سے یہی مراد ہے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہے، تو پھر در و دیوار آدمی سے کس بات میں کم ہیں بلکہ دیکھنے میں دیوار اس سے بڑی معلوم ہوتی ہے ۱۲ [2] راہ شرع پر چلنے والے اور اسلام پر عمل کرنے والے کے لیے اسلام کے پانچ حرف ہیں اور پانچ ہی اس کے ارکان ہیں ۱۲ [3] پہلا رکن شہادت ہے یعنی کلمۂ " اشھدان لاالہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ" [4] دو راستے ہیں اور دونوں ملے ہوئے ہیں جن میں اہل دل چلتے ہیں [5] ایک راستہ شہادت وحدت واقرار توحید دوسرا اقرار رسالت" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم" آگے شہادت کی تعریف کلمہ ہے ۱۲

بو کہ ز منشور سعادت نویس — یابی ازیں شہد یک انگشت لیس

خامہ بہر صفحہ کہ بنگاردش — از مگس نقطہ نگہداردش

یعنی ازیں شہد کہ صافی فتاد — ہر کہ مگس طبع بود دور باد

لام الفش ہست[1] دریں سنگلاخ — گردن دیوان ہوا راد و شاخ

بلکہ چو پرکار روش آمد پدید — خط عدم گرد دو عالم کشید

آلت قطع آمدہ مقراض وار — تا ببری زانچہ نیاید بکار

چوں زدو انگشت شوی تیز دست — قید تعلق ببر از ہر چہ ہست

چرخ کہ آمد بتو مقراض دہ — اطلس او در دم مقراض نہ

تا بود از ہمت والائے تو — خلعت توحید ببالائے تو

شاہدے ہر جا کہ بود دلفریب — یافتہ زیں خلعت اثبات زیب

بیشۂ توحید[2] دریں دامگاہ — شیر دلاں را بود آرامگاہ

شیر دلے روے[3] دریں بیشہ کن — ہمدمی شیر دلاں پیشہ کن

باہمہ ہم بیشہ و ہم پیشہ باش — یکدل و یکروے و یک اندیشہ باش

روے دراں کن کہ ترا روے داد — صد در امید بر ویت کشاد

---

[1] مراد لام الف کلمۂ شہادت سے ہے کہ وہ دیوان ہوا کے لیے دو سینگوں کا کام دیتا ہے اسی صورت سے کلمہ لا کی آگے بھی تشبیہات قائم کی ہیں ۱۲

[2] اس دنیا میں بیشۂ توحید شیر دلوں کے آرام کی جگہ ہے ۱۲

[3] اگر تو شیر دل ہے تو اس دامگاہ میں شیر دلوں کے ساتھ رہ ۱۲

چشم براں نہ کہ زر و زنخت
دست دراں زن کہ از و شد بپاے
صانع بیچوں کہ ترا آفرید
تا بشناسیش بہ نعت یکے
بلکہ یکے زاندک و بسیار بیش
چوں بشناسائی او پے بری
روے بہ محراب عبادت کنی
ہرچہ کند بندہ بروں زیں[1] دو کار
زخت بسر حدّ ندامت برو
شعلہ زند از دل محنت قریں

روشنئ چشم جہاں بیں تست
قامت قدرت بفلک فرق ساے
با تو بگویم کہ چرا آفرید
نے کہ یکے از کمی و اند کے
صد قدم از اندک و بسیار بیش
پیش نہی پاے پرستش گری
کسب بہائے سعادت کنی
آخر ازاں کار شود شرمسار
داغ ندامت بقیامت برد
آتش آہش آبد الآبدیں

حکایت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہ نکتۂ حکمت از حجاج بن یوسف در ظلمات ظلم او مشاہدہ نمود

از حسن بصری[2] ناقد بصر
نکتۂ آرند عجب مختصر

---

[1] زیں دو کار، یعنی کسب بہائے سعادت اور عبادت کے علاوہ بندہ جو کچھ کرے. اس سے شرمندگی حاصل ہوگی ۱۲

[2] حسن بصری بصرے کے رہنے والے ایک مشہور و معروف بزرگ کا نام تھا ان کا بیان کیا ہوا نکتہ ہے ۱۲

کز دل محنت زدہ گرد[1] م فشاند
گفت فضولے[2] کہ نہ در بندگی
ساعتے[3] از عمر بپایاں برد
شاید اگر[4] داغ بجانش نہند
بیش و می آید الم جاں گداز
ہمچو حسن ہر کہ بود ہوشمند
حکمت[5] نو یافتہ ہر جا بود
گرچہ[6] بیاید بر ہش بے طلب
گوہر گنجینۂ[7] جاں سازدش
جامی اگر خلق تو آید حسن
نکتۂ حکمت چو رسد گوش کن

آن نفس پاک کہ حجاج راند
کز پے آں داد خدا زندگی
گرچہ دراں ملک سلیماں برد
مالش محرومی از آتش دہند
سوز داز اں حسرت دور و دراز
گوش کند از لب حجاج پند
گم شدۂ خاطر دانا بود
گیردش از خاک بدست ادب
در صدف سینہ نہاں سازدش
از لب ہر ظالم حجاج فن
ظلم رسانندہ فراموش کن

چہ

۱ وہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے ایک ایسی عمدہ بات کہی جس سے میرا دل محنت زدہ صاف ہوگیا
۲ وہ بات جو حجاج نے کہی یہ تھی کہ اگر تو بندگی میں نہیں ہے تو فضول ہے اس لیے کہ تیرے
خلق ہونے کا منشاء یہی ہے ۱۲ ۳ یعنی جو اپنی عمر کا ایک ادنیٰ حصہ تلف کرے پھر اگرچہ اس
میں ملک سلیماں کیوں نہ اُسے حاصل ہو ۱۲ ۴ تو یہ چاہیے کہ ایک داغ افسوس اس کی جان پر رکھیں
اور اس داغ سے اس کو محرومی کی مالش دیں ۱۲ ۵ نئی حکمت جہاں سے جب بھی دستیاب ہو وہ
خاطر دانا میں گم ہو جاتی یعنی جگہ کر لیتی ہے ۱۲ ۶ اگرچہ وہ حکمت بغیر طلب کے اس کو حاصل ہو مگر وہ
از راہ ادب اُس کو حاصل کرے گا ۱۲ ۷ اور اُس حکمت کو اپنے خزانہ جاں کا ایک گوہر
بنالے گا ۱۲

مقالۂ چہارم در اقامت نماز ہائے پنجگانہ کہ پنجۂ طاقت قوی پنجگاں را تاب مشقت دادہ است وجبین عزت گردن بلنداں را بخاک مذلت نہادہ

اے شدہ[1] رخنہ صفِ طاعت ز تو ماندہ تہی سلکِ جماعت ز تو
پنبۂ غفلت چو ترا بست گوش سود نکردت ز مؤذن خروش
نعرۂ او خواب ترا کم نہ کرد قامت او قدِ ترا خم نہ کرد
میل نمازت بہ جوانی نہ بود پشت دوتا کردہ بہ پیری چہ سود
پشت چو محراب خمیدہ ترا روے بقبلہ نرسیدہ ترا
پنج نماز است بہ از پنج گنج بہ کہ بدیں پنج شوی گنج سنج
پنجۂ خود ساز بدیں پنج سخت پنجۂ ابلیس بدر لخت لخت
بہر تو پنجاہ[2] بہ پنج آمدہ طبع تو زیں پنج برنج آمدہ
گر نہ کنی رنجہ بدیں پنجہ اش کے بودت طاقت سر پنجہ اش
شیر دلے پنجہ ازیں پنج کن شاخ ہوا را بکن از بیخ و بن
شاخ ہوا را نشود بیخ سست تا ندہی نم ز طہارت[3] نخست

[1] مصنف نے رکن شہادت کے بعد رکن نماز کا بیان شروع کیا ۱۲ [2] اشارہ ہے اس طرف کہ پہلے نمازیں زیادہ فرض ہوئی تھیں جو گھٹتے گھٹتے رسول اللہ کی سفارش سے پانچ رہ گئیں، فرماتے ہیں کہ پچاس میں سے پانچ رہ گئی ہیں اور تجھے ان کے ادا کرنے میں بھی تامل ہے، آگے لفظ پنج کو طرح طرح سے سمجھایا گیا ہے ۱۲ [3] مراد وضو ۱۲

دست بشو بہر تمسک بخیر — روے ز پندار توجہ بغیر
از کفِ مسلح بسر تاج نہ — پاے چو شد بستہ بمعراج نہ
تا چو بہ معراج ترا رہ شود — دستِ شیاطیں ز تو کوتہ شود
وقت سیاست پے ادبار شاں — پایۂ معراج تو بس دار شاں
دیں ترا نیست ستوں جز نماز — بہر قیامش چو ستوں قد فراز
پشت تو آں دم کہ ز طاعت دوتاست — از پے ایں خیمہ ستونے ست راست
مسجد تو شد[ف۱] ہمہ جا سنگ و خاک — خاک شد از بہر تو چوں آب پاک
تا رہ طاعت[ف۲] شود آساں ترا — زاں نشود طبع ہراساں ترا
لیک تو از کاملے و جاملے — ہمچو خراں ماندہ در آب و گلے
پاے امل از گل طینت برآر — چشم خرد بر زر و زینت مدار
زینتِ تو بس کمر بندگی — تاج تو در سجدہ سر افگندگی
رفتہ عمر[ف۳] تو رہینِ فناست — دولت آئندہ کہ داند کراست

ف۱ پہلے ادیان و ملل میں قاعدہ تھا کہ نماز کے لیے مخصوص جگہیں تھیں، مگر شریعت محمدی میں ہر جگہ نماز جائز ہے، دوسرے مصرع کے معنے یہ ہیں کہ جہاں پانی پر دسترس نہ ہو یا پانی دستیاب نہ ہو وہاں تیمم جائز ہے ۱۲ ف۲ یعنی مٹی کو آب کی خاصیت اس واسطے دی گئی ہے، یعنی تیمم اس لیے جائز ہوا کہ تو بآسانی عبادات و فرائض کو ادا کرتا رہے ۱۲ ف۳ جو عمر کہ گزر چکی وہ رہین فنا ہو چکی دولت آئندہ کے متعلق کسے معلوم ہے کہ وہ کس کے نصیب کی ہے یعنی آئندہ کی زندگی اور موت کی خبر کسے ہے ۱۲

شاہد وقت تو ہمیں ساعت است
شرم تو بادا[1] کہ بالا و پست

تو کنی از سجدۂ او سرکشی
ساق ادب[2] بر زدہ عرش بریں

چرخ فلک خرقہ ازرق بر
دوختہ شب تا بسحر در رکوع

سبحۂ پرویں ز کف آویختہ
ماہ زدہ بر در او کوس مہر

جنبش ارکاں بسو تحت و فوق
کار جماد است پے حی پاک

وصف نبات است نمودن قیام
ہیئت حیواں بر کوع ست راست

ورنہ بود میل سجودش چرا
خیز[3] تو ہم برگ تعبد بساز

خوب تریں زیور آں طاعت است
سجدۂ طاعت بر دش ہر چہ ہست

بہ کہ ازیں شیوہ قدم در کشی
بر در طاعت شدہ کرسی نشیں

بستہ چو جوزا پے خدمت کمر
دیدۂ انجم بزمین خضوع

اشک ستارہ بہ سحر ریختہ
چہر بخاک در او سودہ چہر

از کشش اوست بزنجیر شوق
قعدۂ طاعت مصلاے خاک

بر در قیوم جہاں برد دام
دائم ازانست کہ نشتش دوست

سر بزمیں مے برد اندر چرا
جمع کن ایں چند عمل در نماز

۱ے تجھے شرم کرنا چاہیے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز عبادت الٰہی میں محو و مصروف ہے
۲ے یعنی عرش بریں تک زانوے ادب تہ کر کے طاعت گزار بنا ہوا ہے، اسی طرح آسمان اور شب اور ستاروں، چاند، سورج وغیرہ کو عبادت گزار قرار دیا ہے ۱۲ ۳ے یعنی جب یہ سب چیزیں مصروف طاعت خداوندی ہیں تو تو بھی عبادت گزار اور نماز گزار ہو جا ۱۲

تا ز پریشانی ظاہر رہی جمع نشینی بمقام حضور	ماندہ ن	راہ بہ جمعیت باطن بری از خود و از ہستی خود گشتہ ن دور

حکایت پیکاں کشیدن از شیر راست رو کیش ولایت علی کرم اللہ وجہہ در وقتیکہ از کشاکش کماں مجاہدہ بر نشاں مشاہدہ اُفتادہ بُود!

شیر خدا شاہ ولایت علی		صیقلی شرک خفی و جلی
روز اُحد چوں صف ہیجا گرفت		تیر مخالف بہ تنش جا گرفت
غنچۂ پیکاں[1] بہ گل او نہفت		صد گل محنت ز گل او شگفت
روئے عبادت سوئے محراب کرد	افراختند ن	پشت بدرد سر اصحاب کرد
خنجر الماس[2] چو بید آختند ن		چاک تنش چو گلش انداختند
غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گوں		آمد ازاں گلبن احساں بروں
گلگل خونش[3] بمصلا چکید		گفت چو فارغ ز نماز آں بدید
کایں[4] ہمہ گل چیست تہ پائے من		ساختہ گلزار مصلائے من

[1] یعنی آپ کے بدن مبارک میں تیر کا پیکان چبھ کر رہ گیا اور اس سے آپ کو بڑی زحمت اُٹھانی پڑی ۱۲ [2] خنجر سے جسم مبارک چاک کر کے تیر کو نکال لیا ۱۲
[3] خون جو جائے نماز پر ٹپکا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز کے بعد وہ خون ملاحظہ فرمایا ۱۲ [4] تو دریافت کیا کہ یہ تمام خون میرے پانوں کے نیچے کیسا ہے ۱۲

صورتِ[1] حالش چو نمودند باز | گفت کہ سوگند بدانائے راز
کز الم تیغ[2] ندارم خبر | گرچہ ز من نیست خبردار تر
طائر جاں[3] سدرہ نشیں شد چہ باک | گر شود ایں تن چو قفس چاک چاک
جامی ازآلائش تن پاک شو | در قدم پاک رواں خاک شو
باشد ازاں خاک بگردے رسی | گرد شگافے و بمردے رسی

مقالۂ پنجم در اشارت بروزۂ ماہ رمضان کہ نور کیست بر الفیضان ہم روح را

شمع انجمن فروز است وہم نفس را برق خرمن سوز

اے زپئے[4] طبل شکم ہمچو نائے | جملہ گلو گشتہ ز سر تا بپائے
کار تو از ہر چہ تصور کنی | نیست بجز آں کہ شکم پُر کنی
حرص تو لقمہ نہ بانصاف زد | دایہ ترا بہر شکم ناف زد
چند کشی رنج شکم از گزاف | گر نزدت دایہ بریں شیوہ ناف
ساز چو[5] نافہ شکم خویش خشک | بو کہ دمد از نفست بوئے مشک

۱ لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا ۱۲ ۲ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس وقت خنجر یا تلوار سے جسم چاک کر کے تیر نکالا گیا ۱۲ ۳ میرا طائر جان سدرہ نشیں ہے اب اگر جسم کو چاک کر دیا جائے تو مجھے کوئی غم نہیں ہے ۱۲ ۴ یعنی تو نے کی مانند طبل شکم کے لیے سراسر گلو بن کر رہ گیا ہے اور سوائے شکم پُری کے تیرا کوئی اور کام نہیں ہی ۱۲ ۵ ذرا اپنے اس پیٹ کو خشک کر شاید کہ پھر تیرے سانس سے بوئے مشک نکلے ۱۲

نکہت ۱ روزہ زلب روزہ دار
به بود از نافہ مشکِ تتار

معدہ معد کردہ بے نان و آب
کے شوی از قوت روان بہرہ یاب

باطنت از نفس ہوا ممتلی
چوں رسدت لذت الصوم لی

ہرچہ ۲ بداں شرع بشارت دہ است
از ہمہ حرف انا اجزی بہ است

اشارت

شعلہ ز دوزخ چو شود تیغ زن
یا شررش ناوک خذلاں فگن

روزہ کہ گرد آمدہ در دفتر است
چوں سپر نور شود در ستر است

حرص و شرہ دوزخ پر آتش است
مہر زدن بر در دوزخ خوش است

روزہ بود مہر زدن بر درش
مہر بزن تا برہی از شررش

چوں خرکناس ۳ بصد ناخوشی
خوے گرفتی بہ نجاست کشی

زنبش

با من ازیں نکتہ ۳ چہ باشی درشت
تو بشکم می کشی و او بہ پشت

ماہ نو روزہ ۴ بہ بیں از افق
کابرو حور است ز نیلی تتق

۱ روزہ دار کے منہ کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے، واضح ہو کہ یہ مصنف نے اسلام کا تیسرا رکن بیان کیا ہی ۱۲ ۲ یعنی شرع نے روزہ دار کے لیے جو جو ثواب تجویز فرمائے ہیں اس میں سے ایک یہی کافی ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ روزہ دار کی جزا میں ہوں ۱۲ ۳ خرکناس (خاکروب) سے بے روزہ دار کی تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ تو میری یہ بات سُن کر بگڑتا کیوں ہے بس اتنا ہی تو تجھ میں اور خرکناس میں فرق ہے کہ تو پیٹ سے بوجھ اُٹھاتا ہے اور وہ پیٹھ سے ۱۲

۴ ہلال ماہ رمضاں کو دیکھ یہ گویا آسمان کے پردۂ نیلی سے حور کے ابرو نظر آرہے ہیں ۱۲

می کند ایما[1] که لب از مهر ما
لب چو[2] به بندی ز طعام و شراب
طرفه کلیدیست که درین تنگناے
سه صد و شصت ست ترا روز سال
گر ز تو یابد یک[3] ازیں سی شکست (آید)
کرده قضا دین ترا غارت ست
گرسنگی طعمهٔ خوان رضاست
روزهٔ خاصاں نه همین ست بس
هر چه نباید که بجوئی مجوی
چشم مکن باز بنا دیدنی
دست میالاے بشغل دغل
علم و عمل را ز ریا پاک کن
نیست ترا قبلهٔ دیں جز خداے
هر چه نه ذکر ویست ازاں لب به بند

مهر کن اے مهر لبت مهر ما
در حرم مات شود فتح باب
هاویه بند آمد و جنت کشاے
بیش ز کم خواری یک سی منال
حلق ز کفارت افتد به شصت
کت ز ادا روے بکفارت ست
تشنه لبی شربت جام صفاست
بلکه بریدن بود از هر هوس
هر چه نشاید که بگوئی مگوی
گوش بپرداز نشنیدنی
پاے مفرساے براه امل
بلکه دل از غیر خدا پاک کن
هیچ مداں هیچ مبیں جز خداے
وانچه پسندش نبود کم پسند

۱ اور وہ اشارہ کر رہی ہے کہ ہمارے لیے ہماری خاطر سے یا ہمارے حصول کے لیے اپنے لب کو آب و طعام سے باز رکھ اور ان پر مہر لگالے ۱۲ ۲ اگر تو آب و طعام سے باز رہا اور لبوں پر مہر لگائے رہا تو تیرے واسطے ہمارے حرم کے دروازے کھل جائینگے ۱۲
۳ یعنی اگر تو تیس روزوں میں سے ایک توڑ دے تو ساٹھ کے لیے تیرا گلا پھنس جائے گا ۱۲

دایۂ نفس است جز او ہرچہ ہست ۔۔۔ وای تو گر زاں نکشی پا و دست

جستن آں مایۂ زیبائگی ست ۔۔۔ پایۂ اقبال تو بے دائگی ست

نفس و ہوا گر شرفے داشتے ۔۔۔ اہل دلش کے بتو بگذاشتے

در دل و جاں تخم دگر کاشتند ۔۔۔ لاجرم آں را بتو بگذاشتند

حکایت آں زن زشت رو کہ خریدار کور یافتہ بود و وجہ ناسزۂ خود را پیش وے می ستود

خواست یکے کور زن زشت روی ۔۔۔ کینہ ور و طعنہ زن و زشت خوی

از شبہ اش چہرہ سیہ رنگ تر ۔۔۔ وز سپرِ شش جبہہ پُر آژنگ تر

گوش کر و پشت کژ و چشم کاژ ۔۔۔ خامشیش بیہدہ گفتار ژاژ

یک شبے از ناز بآں کور گفت ۔۔۔ حیف کہ ماند از تو جمالم نہفت

طلعت من خواستہ از مہ خراج ۔۔۔ حرف خجالت زدہ بر لوح عاج

نرگس من چشم و چراغ چمن ۔۔۔ لالۂ من داغ نہ نسترن

از صفت قامت من کوتہی ۔۔۔ یافتہ آوازۂ سرو سہی

ف۱ یعنی ماسوائے اللہ جو خواہشات ہیں وہ صرف نفس کو پرورش کرنے والے ہیں اور اُن کا کوئی درجہ نہیں ہے ۱۲ ف۲ اگر نفس اور خواہشات کا کوئی درجہ ہوتا تو اہل دل اس کو خود اختیار کرتے تیرے لیے کیوں چھوڑتے ۱۲ ف۳ شبہ سے مراد شب یعنی رات سے زیادہ اس کا چہرہ سیاہ رنگ تھا، اور ڈھال سے زیادہ اسکے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں ۱۲

کور چو افسانۂ او گوش کرد
خون دل از سینۂ او جوش کرد

گفت اگر حال چنین بودیت
دولت و اقبال قرین بودیت

دامن تو دیدہ درے داشتی
تخم ہوایت وگرے کاشتی

این ہمہ بند نزدیک و دور
کس نہ نہد آئنہ در پیش کور

چشم من ار کور نبودی چنین
تو سر دعوی نکشودی چنین

بستگی چشم ز اوصافِ تو
بر تو کشا دست در لافِ تو

جامی اگر نقد کمالیت ہست
در حجب غیب جمالیت ہست

بر بصر اہل نظر جلوہ دہ
در نظر بے بصر انش منہ

ورنہ ز ہمت در انصاف زن
خط خطا بر ورق لاف زن

مقالۂ ششم در اشارت بزکوۃ مال کہ سرمایۂ باش مال و ماش نفس بخیل بدسگال است

اے شدہ[۱] زندانِ درم مشتِ تو
بند بر آنجا ز ہر انگشتِ تو

پیش کہ ایام[۲] کند رنجہ ات
گردش او تاب دہد پنجہ ات

[۱] مصنف رح نے روزے کے بعد زکوۃ کا بیان شروع کیا اسی لیے طنزاً فرمایا ہے کہ تیری مٹھی یعنی تیرا ہاتھ کنجوسی کی وجہ سے زندان درم بن گیا ہی اور تیری انگلیوں کی ہر ایک گرہ گویا اُس کے واسطے بند ہی ۱۲ [۲] اس سے پہلے کہ زمانہ تجھے کوئی آزار پہنچائے اور اسکی گردش تیرے پنجے کو مروڑے اور تیرے عیش کو تکلیف سے بدلدے اور اپنے عطا کیے ہوئے نقد کو چھین لے بہتر یہ ہی کہ دست کرم کو فراخ کر احسان کر اور اُن درموں کو جو قیدی ہیں آزاد کر ۱۲

عیش ترا حال دگرگوں کند
نقد خود از دست تو بیروں کند

خوش بکشا دست چو احسانیاں
از پے آزادی زندانیاں

مرد درم زن[1] که درم گرد ساخت
ساختنش گرد چرا در د ساخت

گردش از آں ساخت که گرداں بود
کف بکف از راہ نورداں بود

نے که بر سنتت[2] ز خلاف کرم
ناخنی از سیم شود ہر درم،

تا شد جدا کم کنی از مشت خویش
بر صفت ناخن از انگشت خویش

ناخن سیمیں که بکف[3] حاصل است
ناخنۂ دیدۂ جان و دل است

ناخنه از دیدۂ[4] دل بر تراش
ورنه بناخن دل خود می خراش

جمع مکن درہم و دینار را
سخرہ مشو شحنۂ ادبار را

ور مثل جمع شود صرف کن
گوش نیوشنده بدیں حرف کن

ہست مبرد[5] که ترا سیبویه
گرچه به نحو ست مشارٌ الیه

ہرچه بگوید بر اخفش[6] شوی
ریش بجنبانی و دلخوش شوی

لہ درم بنانے والے نے درم کو گول کیوں بنایا ہے، دوسرے شعر میں اس کا جواب ہے کہ گول صرف ایسے بنایا ہے کہ وہ پھرتا رہے اور ہاتھوں ہاتھ مسافروں کے پاس جائے ۱۲ ٹہ اس لیے نہیں کہ خلافِ کرم ہر درم تیرے ہاتھ میں چاندی کا ایک ناخن بنجائے ۱۲ سہ یہ ناخن سیم جو تیرے ہاتھ میں لگا ہوا ہے یہ جان و دل کی آنکھ کا ناخن بنا ہوا ہے ۱۲ عہ لہذا دل کی آنکھ سے اس ناخنہ کو دور کر اور نہیں تو ناخن سے اپنے دل کو نوچ ڈال ۱۲ ھہ مبرد ایک عالم صرف و نحو کا نام ہے ایسے ہی سیبویہ بھی ایک عالم صرف و نحو کا نام ہے ۱۲ لہ اخفش ایک صرفی کا نام ۱۲

پیشه کنی از سر جهل شگرف ۔ منع دنانیر و دراهم ز صرف
صرف همه گرچه[۲] نیاید ز تو ۔ منع همه نیز نشاید ز تو
رو بده از سیم و زرت آں قدر ۔ کاردت از عهدهٔ واجب بدر
حق چو ترا داد ز دینار بیست ۔ بخل بیک نیمهٔ دینار چیست
ریخت ز درهم بکنارت دویست ۔ پنج چو خواهد بکناره مایست
زیں زر و سیم ست بباغ نعیم ۔ قصر ترا خشت زر و خشت و سیم
خشت زر پخته ده و سیم خام ۔ تاکه بود قصر تو فردا تمام
یاره مکن[۳] زر که شود یاره مار ۔ گردنت از مار شود طوق وار
چوں بگلوے کسے زاں یاره هیچ ۔ ندهی ازاں پس بگلو مار پیچ
هر درم و سیم ز حقِ فقیر ۔ کڑے ۔ زیر زمیں می کنیش جاے گیر
بهر جزاے تو بروز شمار ۔ سُرخ چو دینار کنندش ز نار
گاه برخ داغ نهندت که هاں ۔ بهر چه رخ داشتی از وے نهاں
گاه به پهلو که زبس بے رهی ۔ پهلو ازاں بهر چه گردی تهی
گاه به پشتت که ز روے درشت ۔ بهر چه گردی سو بیچاره پشت

[۱] تو اپنے جہل عجیب کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ درہموں اور دیناروں کو صرف ہونے سے روکتا ہے ۱۲ [۲] اگر پورے طور سے تو صرف نہ کر سکے تو اسی قدر کنجوسی تو نہ کر ۱۲ [۳] سونے کے کنگن بنا بنا کر نہ پہن کہ یہ تیری گردن میں سانپ ہو ہو کر پڑے گا ۱۲

داغ دو رویہ بہ تنت لالہ وار / بسکہ بسوزند شوی لالہ زار
جاے دگر داغ کند ہر درم / ہمچو تو[۱] بہ نہند بہ بالاے ہم
قدر درم[۲] گر بود افزوں بفرض / طول دہندت بہماں قدر عرض (بعرض)
تفرقہ کن[۳] جمع درمہاے خویش / سینہ تہی کن زالمہاے خویش
داغ جدائیش کہ ایں جا کشی / بہتر ازاں داغ کہ فردا کشی
حیف بود کز پے فرزند و زن / داغ نہی ایں ہمہ بر خویشتن
ضامن رزق ہمہ شد کردگار / کار خدا را بخدا واسپار (گذار)

حکایت آں صاحب کرم کہ بر ہمیان درم از رشتہ تدبیر بند گویان بند نہاد

دیدہ ورے[۴] خواند بعقل سلیم / حرف فنا از ورق زر و سیم
خواست دریں دائرۂ تیز رو / سازدش از نقد بقا سکہ نو
عقدہ ز ہمیانِ درم برگرفت / جلوہ بمیدانِ کرم برگرفت

[۱] تو بمعنی تہ، یعنی تہ بتہ تیرے جسم پر داغ لگائیں گے ۱۲ [۲] اگر بالفرض درہم زیادہ ہوں گے تو تیرے جسم کے زیادہ حصے کو داغینگے ۱۲ [۳] یہ درہم جو تونے جمع کئے ہیں ان کو پریشان کردے اور سینے کو اپنے غموں سے خالی کرلے ۱۲ [۴] ایک صاحب بصیرت کو از روے عقل معلوم ہوا کہ درہم و دینار یہ سب چیزیں فانی ہیں لہذا اُس نے چاہا کہ ان چیزوں میں بقا کی صورت پیدا ہوجاے، یعنی یہ درم و دینار جو مجھ سے چھوٹ جائیں گے چھوٹنے نہ پائیں لہذا یہ ترکیب نکالی جو آگے چل کر مصنف نے بیان کی ہے۔

بیدرماں را درم اندوز ساخت — بے کرماں را کرم اندوز ساخت
ہر زر و سیمے کہ بدرویش داد — زانچہ طلب کرد لسے بیش داد
گفت فضولے[۱] زکرم دست تنگ — کاے شدہ پیش تو یکے سیم و سنگ
ہر چہ دہی از سر انصاف دہ — قفل عدم بر در اسراف نہ
بعد شکستن صدف خویش را[۲] — خوار مگرداں خلف خویش را
بہرہ کہ دیدی ز خداوند خویش — ساز ذخیرہ پے فرزند خویش
تا چو بریزد صدفت زیر خاک — بہرہ ور آید ز تو آں در پاک
گفت کہ دارم سفر دور پیش — انچہ بدست کنم زاد خویش
چوں بپرد طوطی من زیں قفس — بہرۂ فرزند خداوند بس
دل چو قوی گشت بروزے دہم — از پے فرزند چہ روزے نہم
جامی ازیں[۳] بہ غم فرزند خور — زرد مکن روے وے از مہر زر
زافت ایں[۴] رہزنش آگاہ کن — قبلہ اش الرزق علی اللہ کن

[۱] ایک بخیل نے جو اس کے کرم سے تنگ تھا یہ کہا کہ اے وہ شخص کہ تو نے سنگ و زر کو ایک سمجھا ہے ۱۲
[۲] اپنے مال کو فضول خرچ کرکے تو اپنے پس روؤں یعنی اولاد کو پریشان اور محتاج نہ چھوڑ جا ۱۲
[۳] یعنی یہ غم کرنا کہ میرے بعد میری اولاد کیا کھائے گی اور اس وجہ سے ان کے لیے روپیہ جمع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ فرزندوں کے لیے اس سے اچھی چیز کے لیے غم کھانا چاہیے یعنی امور دین کی تعلیم وغیرہ کا کہ وہ ان کے دونوں جہان میں کام آئے ۱۲
[۴] ایں رہزن سے مراد نفس امارہ جو طرح طرح کی ترغیب دے کر دولت کے جمع کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور توکل علی اللہ میں خلل ڈالتا ہے ۱۲

مقالۂ ہفتم در اشارت بزیارت بیت اللہ کہ بوادی تاک و پویش در ہر سنگی سرہنگی نہادہ و در وادی جستجویش در بن ہر خاری گرفتاری از پا در افتادہ

اے زگلت ۱ ناز دہ سر حب دل — ماندہ ز حب وطنت پا بہ گل
خیز کہ شد ۲ پردہ کش و پردہ ساز — مطرب عشاق براہ حجاز
یکدم ازیں پردہ سماعے بکن — ہر چہ نہ زیں پردہ وداعے بکن
دین ترا تا شود ۳ ارکاں تمام — روے نہ از خانہ بر کن و مقام
ناقہ اگر نیست ترا زیر راں — بر قدم ناقہ رواں شو رواں
گر نبود راحلۂ بادپاے — راحلہ از پا کن و در رہ درآے
ور ۴ بادمیت نہ بود دسترس — جلد قدم پاے فراز تو بس
تہ تہش بستہ ۵ زگرد و غبار — کردہ تہش خار بہ میخ استوار
پاشنہ ۶ از خندہ دہاں کردہ باز — ز آبلہ ہا ریختہ اشک نیاز

۱ یعنی تیری مٹی سے حب دل ظاہر ہی نہیں ہوئے اور تو ہنوز حب وطن میں گرفتار ہی ۱۲ ۲ اٹھ مطرب عشاق حجاز کی دُھن میں کچھ گا رہا ہی، عشاق اور حجاز دو باجوں کے نام ہیں ۱۲ ۳ یعنی ارکان مذہب کا بیان ہو چکا ہے اب چوتھے کی بابت ہدایت ہی کہ اگر تو چاہتا ہی کہ تیرے دین کے ارکان پورے ہوں تو رکن و مقام کی طرف توجہ کر یعنی حج کی تیاری کر ۱۲ ۴ ادیم سے مراد جوتا، یعنی اگر جوتا نہیں تو نہ ہو پاؤں کی کھال تیرا جوتا بننے کے لیے کافی ہے ۱۲ ۵ یعنی تیرے پاؤں پر بجائے جوتے کے تہ بہ غبار جما ہو اور جوتوں کی میخوں کے بجائے تیرے پاؤں میں کانٹے چبھے ہوں ۱۲ ۶ پاشنہ یعنی ایڑیاں خوشی سے ہنستی ہوں یعنی ان میں بوائیاں کھلی ہوں آبلے نیاز کے آنسو بہا رہے ہوں، یعنی آبلوں سے پانی بہ رہا ہو ۱۲

واله و حیرت زده و مستهام[1] — (زناں) خنده کنان گریه کنان میخرام
پشت اُمید تو بخورشید گرم — بستر آسایشت از ریگ نرم
سایهٔ فرقت که مغیلاں کنند — به که سراپردهٔ سلطاں کنند
باد مخالف زده در دیده ریگ — پائے فرو رفته به تفسیده ریگ
به که نشینی به مهب[2] شمال — پائے فرو رفته به آب زلال
بانگ حدی بشنو و صوت درائے — شو چو شتر گرم رو و تیز پائے
راه وفا می سپر و می گذر — بر خسک[3] خشک چو ریحان تر
بار بمیعاد تعبد رساں — رخت بمیقات[4] تجرد رساں
رشتهٔ تدبیر ز سوزن بکش[5] — خلعت سوزن زده از تن بکش
هر چه بداں بخیه زدی ماه و سال — آی بروں از همه سوزن مثال
باز کن از بخیه زده[6] جامه خوے — (بہ) تو که ترا بخیه نه افتد ز روے
گر نه ز مرگ ست فراموشیت — به که بود کار کفن پوشیت
لب بگشا یافتن کام را — نعرهٔ لبیک زن احرام را
موے پژولیده رُخ گرد ناک — سینه خراشیده و دل دردناک
رو بحرم کن که دراں خوش حریم — هست سیه پوش نگارے مقیم

ل۱ مستهام۔ رنجیده، پریشان ۱۲ ل۲ مهب ہوا چلنے کی جگہ ۱۲ ل۳ خسک، گوکھرو ۱۲
ل۴ میقات تجرد سے مراد احرام باندھنے کی جگہ ۱۲ ل۵ بکش یعنی نکال ڈال ۱۲
ل۶ مراد یہ کہ محنت کر ممکن ہو کہ تیرے عیوب کا پردہ فاش نہ ہو ۱۲

صحن حرم روضهٔ خلد برین — او بجناں صحن مربع نشین
قبلهٔ خوبانِ عنبر روی او — سجدهٔ شوخانِ عجم سوی او
باد چو در دامنش آویختہ — غالیہ در جیب جہاں ریختہ
تا شکنی شیشۂ[1] ناموس و ننگ — کرده نہاں در تہ داماں سنگ
باز شکن دامن[2] شبرنگ او — دیدهٔ جاں سرمہ کش از سنگ او
سنگ سیاہش[3] کہ ازاں کوتہ است — دست تمنات یمین اللہ است
چو تو[4] ازاں سنگ شوی بوسہ چیں — بوسہ زنِ دست کہ باشی ببیں
بر سر گردوں زنی از فخر کوس — گر رسدت دولت ایں دست بوس
از لب[5] زمزم شنو ایں زمزمہ — کز نم ما زندہ دل اند ایں ہمہ
سوی قدم گاه خلیل اللہ آی — با جو نیابی برہش دیدہ سای
پای مروت بسوی مروه[6] نہ — چہرهٔ صفوت بصفا جلوه ده
تا نشود در عرفاتت[7] وقوف — کی شود از راه نجاتت وقوف

[1] تا کہ تو اپنے ناموس و ننگ کے شیشے کو پاش پاش کردے اسلیے کعبۂ شریف نے اپنے دامن کے نیچے ایک پتھر چھپا رکھا ہے ۱۲ [2] مراد غلاف کعبہ کہ سیاہ ہوتا ہی ۱۲ [3] مراد حجر اسود ۱۲ [4] جب تو حجر اسود کو بوسہ دیگا تو خیال کر کہ کسکے ہاتھ کو چومے گا ۱۲ [5] حجر اسود کے بیان کے بعد زمزم کا بیان کیا ہے اور اسکے بعد دوسری چیزوں کا جو خانہ کعبہ میں ہیں اسیطرح احکام و ارکان حج کا بھی بیان ہی ۱۲ [6] صفا اور مروه دو پہاڑیاں جہاں حاجی سعی کرتے ہیں ۱۲ [7] عرفات ایک مقام کا نام ۹ کے دن جہاں حاجی قیام بھی کرتے ہیں اور نماز ظہر و عصر وہاں ادا کرتے ہیں تلبیہ اور دوسری دعائیں بھی پڑھتے ہیں اور ادھر تک لوٹ آتے ہیں یہ جگہ جو ایک فراخ میدان ہی مکہ سے نو کوس کے قریب ہے ۱۲

کُشت منی را بمنی ریز خوں | نفس دنی را بفنا کن زبوں
سنگ بدست آر ز رمی الجمار[1] | دیو ہوا را کن ازاں سنگسار
چوں دل ازاں شغل بپرداختی | کار حج و عمرہ[2] بہم ساختی
شکر خدا گوے کہ توفیق داد | رہ بسوئے خانۂ خویشت گشاد
ورنہ کہ آرد کہ بآں رہ برد | ورچہ شود مرغ و آں رہ پرد

حکایت علی بن موفق قدس اللہ سرہ و مناجات بحضرت حق جل و علا

پور موفق[3] کہ بتوفیق حق | بردہ ز ہر پیر موفق سبق
بادیۂ کعبہ بسے می برید | محنت آں راہ بسے می کشید
روزے ازانجا کہ دلے داشت تنگ | زد بدر کعبہ سر خود بسنگ
گفت خدایا پس ہر محنتے | سوئے من افگن نظر رحمتے
راہ حج و عمرہ بسے رفتہ ام | بہر تو نے بہر کسے رفتہ ام
دل بوفائے تو گرو بودہ ام | بے سر و پا در تگ و پو بودہ ام
زیں سفرم نیست بکف حاصلے | نے سر وقتے نہ بساماں دلے

۱؎ رمی الجمار کے معنی حاجیوں کا تینوں حجروں پر کنکر مارنا ۱۲ ۲؎ عمرہ ارکان حج میں سے ایک رکن کا نام ہے۔ اور اُس کی یہ صورت ہے کہ مکے سے احرام باندھ کر موضع تنعیم میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ مکے سے تین کوس کے قریب ہے، یہاں کچھ نفل پڑھ کر پھر مکے میں آتے ہیں ۱۲

۳؎ علی بن موفق ایک بزرگ کا نام ۱۲

هیچ ندانم که مرا حال چیست	بخت مرا پایهٔ اقبال چیست
شب چو درین فکر فرو شد بخواب	آمدش از حضرت عزت خطاب
کای برهم پای ز سر ساخته	برهمه زین پایه سرافراخته
گر نه ترا خواستمی کی چنین	دادمیت راه سوی این زمین
هرکه نه مائل به سوی وی شوم	سوی خودش راهنما کی شوم
حاصلت این بس که ترا خواستم	باطنت از شوق خود آراستم
ره به سوی خانهٔ خود دادمت	بر در هر کس نفرستادمت
یارب از آنجا که کرم آن تست	چشم همه بر در احسان تست
جامی اگر چند نه صاحبدل ست	از تو بامید چنین حاصل ست

درد

مقالهٔ هشتم در اشارت به عزلت که مشتمل بر عزتست و بعین علم زلت و بی زای زهد علت ست

ای چو گلت جیب بچنگ خسان	دامن صحبت بکش از ناکسان
گرچه ز آغاز گشادت دهند	عاقبت الامر بهادت دهند
غنچه وش از همنفسان لب ببند	خیره چو گل بر رخ هر کس مخند
جلوه مده همچو خور انوار خویش	باش چو سایه پس دیوار خویش
برکس[۱] و ناکس بجز کم خمول	قفل کن ابواب خروج و دخول

[۱] یعنی گمنامی میں رہ اور کسی کو آنے جانے نہ دے ۱۲

دیر نشین باش چو عیسیٰ و مان … خانه بپرداز ز نامحرمان
گر بود[1] اندر بن غاریت جای … حلقهٔ مارت شده زنجیر پای
به که بهر حلقه نهی پای خویش … محفل هر سفله کنی جای خویش
در شودت در کمر کوه و سنگ … گرد میان منطقهٔ دُم پلنگ
به که دو رنگان منافق سیر … پیش تو بندند بخدمت کمر
گر کشدت شانه بسر پنجه شیر … کشمکش او کند از جانت سیر
به که حریفان کفِ راحت نهند … مرهم لطفت بجراحت نهند
گر کندت بحر پُر آشوب غرق … یا گزرد موج هلاکت ز فرق
به که کشتی از حریفان خاص … رخت خود آری بامید خلاص
در کنف پرتو خور کم نشین … تا نشود سایه ترا همنشین
روی ز گلگشت لب[2] جوی تاب … تا نزند صورتِ تو سر ز آب
آئنه را در نظر خود منه … تا نشود عکس ترا جلوه ده
اوّل فطرت که پدید آمدی … از همه کس فرد و وحید آمدی
عاقبت کار کز اینجا شوی … از همه ننگ نیست که تنها روی
اینهمه اکنون گره و بند چیست … اینهمه آمیزش و پیوند چیست

۱ اگر تو کیسی ہی مصیبت میں ہو غار میں پڑا ہو اور پاؤں میں سانپ لپٹا ہو یا اور مشکلات جو اگلے شعروں میں بیاں کیے ہیں حائل ہوں یہ سب باتیں اس بات کے مقابلے پر ہیچ ہیں کہ منافق تیرے ہم نشیں ہوں

۲ لب جو سے علیحدہ ہو جا کہ تجھے پانی میں اپنا بھی عکس نظر نہ آئے ۱۲

بگسل ازیناں کہ زیانِ تو اند
خصمِ دل و دشمنِ جانِ تو اند

قدرِ تو کاہند گر افزوں شوند
عیبِ تو سنجند کہ موزوں شوند

گر تو شوی پنبہ ہمہ آتش اند
ور تو نہی سر ہمہ گردنکش اند

چوں دلت از غصہ پریشاں شود
مایۂ جمعیتِ ایشاں شود

ور شود اسبابِ حضورِ تو جمع
شعلہ زند برقِ حسد شاں چو شمع

چند دریں ششدرۂ بکشاد
عمر دہی از دمِ ایناں بباد

بادِ خزانست دمِ سردِ شاں
سردیِ جانست رہ آوردِ شاں

ترسم ازاں روز کہ سر درکشند
دل سپرِ ناوکِ درد کشند

ہرکہ نہ مشغولی و نیش رہ است
غولِ رہِ تست خدا آگہ است

پاے وفا در پے غولاں مدار
روے بہ پیغولۂ تنہائی آر

ورنہ بود از دلِ سودائیت
طاقتِ پیغولۂ تنہائیت

خیز قدم نہ بہ رہِ رفتگاں
رو سوے آرامگہِ خفتگاں

یاد کن از عہدِ فراموش شاں
نکتہ شنو از لبِ خاموش شاں

پر شدہ شاں بیں ز غبار استخواں
کحلِ بصیرت کش ازاں سرمہ داں

منزلِ شاں بیں تہ سنگِ تنگ
کوب سرِ افعیِ غفلت بسنگ

با نفسِ تنگ بر آر از دروں
زمزمۂ "نحن[1] بکم لاحقوں"

[1] نحن بکم لاحقوں یعنی ہم بھی تمھیں سے ملنے والے ہیں ۱۲

بو کہ دلت یابد ازاں زندگی	روز حساب تو فزود زندگی

حکایت زندہ دلے کہ با مردگاں اُنس گرفتہ بود و از زندگاں فرار می نمود

زندہ دلے از صف افسردگاں	رفت بہ ہمسایگیٔ[۱] مردگاں
پشت ملالت بہ عمارات کرد	روے ارادت بمزارات کرد
حرف فنا خواند ز ہر لوح خاک	روح بقا جست ز ہر روح پاک
گشتی ازیں سگ منشاں تیز تگ	ہمچو تگ آہو وحشی ز سگ
کارشناسی پے تفتیش حال	کرد ازو بر سر راہے سوال
کاینہمہ از زندہ رمیدن چراست	رخت سوے مردہ کشیدن چراست
گفت بلنداں بمغاک اندر اند	پاک نہاداں تہ خاک اندر اند
مردہ دلانند بروے زمیں	بہرچہ با مردہ شوم ہمنشیں
ہمدمی مردہ دہد مردگی	صحبت افسردہ دل افسردگی
زیر گل آناں کہ پراگندہ اند	گرچہ بہ تن مردہ بجاں زندہ اند
مردہ دلے بود مرا پیش ازیں	بستہ بہر چون و چرا ایش ازیں
زندہ شدم از نظر پاک شاں	آبحیات ست مرا خاک شاں
جامی ازیں مردہ دلاں گوشہ گیر	گوش بخود دار ز خود توشہ گیر

رم زدہ ج

۱ یعنی ایک بزرگ نے آبادی کو چھوڑ کر گورستان کی سکونت اختیار کی تھی ۱۲

ہر چہ ازین[1] دائرہ بیرون تست	گام سعایت زدہ در خون تست

مقالۂ نہم در اشارت بصمت کہ سرمایۂ نجات ست و پیرایۂ رفع درجات

اے بزبان نکتہ گزار آمدہ	وے بہ سخن نادرہ کار آمدہ
نقطۂ نطق[2] ست ترا بر زبان	گشتہ ازان نقطہ زبانت زیان
گر کنی آن نقطہ ازین حرف حک	بر خط حکم تو نہد سر فلک
ہر کہ درین گنبد نیلوفری	افگند آوازۂ نیکوفری
نیکوی و فرّوی از خامشی ست	خامشیش تیغ جہالت کشی ست
گفتن بسیار نہ از نغزی[3] ست	ولولۂ طبل ز بے مغزی ست
خم پُر از بادہ تہی از صدا است	چونکہ تہی شد ز صدا پُر نوا ست
در دلت از غیب گلی چون کشاد	از دم ناخوش مدہ آنرا بباد
تا نہ لبت بستہ ز دعوے بود	کے دل تو محرم معنے بود
غنچہ کہ نہ بود بدہانش زبان	لعل و زرش بین گرہ اندر میان
سوسن رعنا کہ زبان آور ست	کیسہ تہی گشتہ ز سیم و زر ست
منطق طوطی خطر جان اوست	قفل نہ کلبۂ احزان اوست

[1] یعنی جو اس دائرے سے جس کا تو نے ذکر کیا باہر ہے، وہ تیرا خون بہانے کی کوشش میں مصروف ہے ۱۲ [2] یعنی چونکہ تیری زبان پر نطق کا نقطہ ہے یعنی تو بات کرتا ہے اس واسطے تیری زبان زیان بن گئی ہے ۱۲ [3] نغزی: نادرہ کاری ۱۲

زاغ کہ از گفتنش آمد فراغ — جلوہ گر آمد بہ تماشاے باغ
خستہ طبع ست دریں کہنہ کاخ — حوصلۂ تنگ و حدیث فراخ
چرخ بدیں گردشِ دائم خموش[۱] — چرخۂ حلاج ہزاراں خروش
رشتۂ دندانت صفی بستہ خوش — پیش صفت آمد لب تو پردہ کش
کردہ زباں تیغ پے یک سخن — چند شوی پردہ در وصف شکن
گرچہ سخن خاصیتِ زندگی ست — موجب صد گونہ پراگندگی ست
زندگی افزاے دل زندہ را — در مکن قول پراگندہ را
چشم بر آمد شدِ انفاس دار — ایں دو سہ نو آمدہ را پاس دار
ہر نفس از تو کہ ہیولے وش ست[۲] — قابل ہر نقش خوش و ناخوش ست
گر ز کرم نقش جمالش دہی — منقبتِ فضل و کمالش دہی
بر ورقِ عمر نو عنواں شود — فاتحۂ نامۂ احساں شود
ور ز سفہ داغ قصورش کشی — در درکاتِ شر و شورش کشی
خامہ کش صفحۂ دیں گرددت — میل زن چشم یقیں گرددت
ہوش چہ باشد ز خدا آگہی — آگہی از آفت غفلت تہی
دل چو شود ز آگہیت بہرہ مند — پایۂ اقبال تو گردد بلند
لب چو کشائی گرد ہوش باش — ورنہ زباں درکش و خاموش باش

[۱] آسماں باوجود دائمی گردش کے بھی ساکت ہے اور روئی دھننے والے کی دھنکی سے برابر آواز آتی ہے ۱۲
[۲] ہیولیٰ اصل اور مادہ، قابل قبول کرنے والا ۱۲

بر سخن بیہدہ کم شو دلیر	تاکہ ازیں پایہ نیفتی بزیر

حکایت کشفی کہ ببال بطان پریدن آغاز نہاد و بیک سخن کہ ناجا گفت از اوج ہوا بحضیض خاک افتاد

بست بصد مہر باطراف شط[۱]	عقد محبت کشفی باد و بط
شد بفراغت زغم روزگار	قاعدۂ صحبتِ شاں استوار
روزے ازانجا کہ فلک راست خوے	گشت ز بے مہریٔ شاں کینہ جوے
طبع بطاں از لب دریا گرفت	رائے سفر در دلِ شاں جا گرفت
کرد کشف نالہ کہ اے ہمدماں	وز الم فرقت من بے غماں
خو بہ کرمہائے شما کردہ ام	قوت ز غمہائے شما خوردہ ام
گرچہ مرا پشت چو سنگ ست سخت	دارم ازیں بار دلِ لخت لخت
ہیچ کسم نیست بجائے شما	پشت بجو بم ز وفائے شما
نے بشما قوتِ ہمسم پائیم	نے ز شما طاقت تنہائیم
نیک فروماندہ بکار خودم	پشت دوتا کردہ ز بار خودم
بود ز بیشہ بلب آب گیر[۲]	چو بکے اُفتادہ چو یک چوبہ تیر
یک بط ازاں چوب یکے سر گرفت	واں بطِ دیگر سرِ دیگر گرفت

۱ شط، دریا کا کنارا۔ کشف کچھوا ۱۲ ۲ آب گیر، حوض، تالاب وغیرہ ۱۲

برد کشف نیز بآنجا دہاں | سخت بدنداں بگرفتش میاں
میل سفر کرد بہ میل بطاں | مرغ ہوا گشت طفیل بطاں
چوں سوی خشکی سفر افتادشاں | بر سر جمعی گذر افتادشاں
بانگ بر آمد زہمہ کای شگفت[1] | یک کشف اینک بدو بط گشتہ جفت
بانگ چو بشنید کشف لب کشاد | گفت کہ حاسد بجہاں کور باد
زو لب خود بود کشادن ہمہ | زاوج ہوا زبر فتادن ہماں
زاں دم[2] بیہودہ کہ ناگاہ زد | برخود و بر دولت خود راہ زد
جامی ازیں گفتن بیہودہ چند | زیرکئی ورز و لب خود بہ بند
تاکہ دریں بادیۂ ہولناک | از سر افلاک نیفتی بخاک

مقالۂ دہم در اشارت بسحر کہ نشانۂ ہوشیاری و علامت بخت بیداری ست

ای شکر[3] خواب سحر دادہ ہوش | خیز کہ برخاست زمرغاں خروش
مرغ سحر زندہ و تو مردۂ | او ز نوا گرم و تو افسردۂ

ف[1] شگفت بکسر اول و دوم، تعجب و استعجاب کے معنی میں آتا ہی، لیکن اس شعر میں دوسرا قافیہ جفت ہے، جس سے حرکت ردی میں اختلاف پیدا ہوتا ہو مگر پہلے لوگ اس کو جائز سمجھتے تھے کسرکاف کے ساتھ تمام اساتذہ نے استعمال کیا ہی چنانچہ سعدی کا یہ شعر ؎

تبسم کناں دست برلب گرفت | کہ سعدی مدار آنچہ دیدی شگفت ۱۲

ف[2] دم بیہودہ سے مراد سخت اور فضول بات ۱۲ ف[3] شکر خواب، میٹھی نیند ۱۲

ترک ہوا گوی و نوای بزن — چنگ بداماں وفای بزن
ہر شب ازیں پردۂ زنگار گوں[1] — اینہمہ لعبت[2] کہ سر آرد بروں
ہست پی آں کہ شود آشکار — بر نظرت قدرت لعبت نگار
شرم تو بادا کہ کنی تا بروز — راہ نظر را بمژہ میخ دوز
ننگری ایں دیر بقا پردہ را — ویں ہمہ اوضاع نو آوردہ را
بر نکنی سر کہ دریں پردہ چیست — نقش نگارندۂ ایں پردہ کیست
سبحۂ انجم بہ ثریا کہ داد — طارم چارم بہ مسیحا کہ داد
تار کہ بر بربط ناہید[3] بست — زنگ کہ بر محمل خورشید بست
نیل بریں صفحۂ خضرا کہ ریخت — مہرہ دریں حقۂ مینا کہ ریخت
خرقۂ شب غالیہ[4] گوں از کہ شد — دامنش آلودہ بخوں از کہ شد
شمع سحر[5] لمعۂ نور از کہ یافت — جبہۂ مہ داغ قصور از کہ یافت
ہست دریں دائرۂ قال و قیل — ایں ہمہ بر ہستی صانع دلیل
نقش نگر جانب نقاش رو — حسن بنا بین و بہ بنا گرد
بیش دریں مرحلہ غافل مخسپ — پای بر آر از گل و در گل مخسپ

[1] مراد آسمان ۱۲ [2] لعبت گڑیا۔ یہاں تاروں سے مراد ہی ۱۲ [3] ناہید ستارہ زہرا جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں ۱۲ [4] غالیہ ایک مرکب خوشبو ۱۲ [5] شمع سحر سے مراد یہاں آفتاب ہے جبہہ پیشانی ؛ داغ قصور سے یہاں مراد چاند کا داغ۔ داغ قصور سے مراد یہ ہے کہ قدیم زمانے میں قاعدہ تھا کہ سزایاب مجرموں کی پیشانی وغیرہ پر داغ دے دیتے تھے ۱۲

خلعت عمر تو عجب کوته است | خون بدل از کوتهیش ته ته است

بیش میفزای عمر بمقراض خواب | کوتهی آن که نیفتد صواب

خواب چو مرگ ار نبود ضد زیست | نکتهٔ النوم[له] اخ الموت چیست

چهرهٔ این اخ به تف آلوده باد | خود به تف این اخ چه مناسب فتاد

هست یکے[۵۳] نیمهٔ عمر تو روز | نیمهٔ دیگر شب انجم فروز

روز و شب عمر تو با صد شتاب | می گزرد آن بخورد این بخواب

روز پے خور سگ دیوانهٔ | خفته به شب مرده بکاشانهٔ

روز چنان می گزرد شب چنین | کے شوی آمادهٔ روز پسین

شب چو رسد شمع شب افروز باش | همنفس گریهٔ جانسوز باش

اشک همی ریز بصد درد و سوز | عذر همی خواه ز تقصیر روز

هر چه بروز از دل جافی کنی | وای اگر شب نه تلافی کنی

روز تو شد شام بعصیان گری | شام بروز آر بعذر آوری

روز و شبت گر همه یکسان شود | بر تو شب و روز تو تاوان بود

روز که صد گونه گنه کردهٔ | نامهٔ اعمال سیه کردهٔ

شب زمژه بهر سفیدی روی | از رخ آن نامه سیاهی بشوی

له نیند موت کی بہن ہی ۱۲ ۵۳ یعنی تیری عمر دو حصے ہیں ایک دن اور ایک رات، تو دن تو کھانے میں صرف کرتا ہی اور رات سونے میں ۱۲

چند کنی خواب ز خود کامگی / با دل فارغ ز سیہ نامگی

کردهٔ تو خواب وراے حجاب / ناظر حال تو منزه ز خواب

شب چہ کنی روز بہ بے حاصلے / گو بتو خوش ناظر و تو غافلے

حکایت عارف دل بیدار شب زنده دار و آں جاہل مغرور بغفلت و پندار

عارفے از ظلمت[۱] شب نوریاب / دیده فروبسته بکلی ز خواب

شب کہ ز خورشید[۲] نظر دوختی / شمع نظر تا سحر افروختی

ہر مژه از دیدهٔ خونابه ده / بود برابر وتش ہما ناگره

روزے ازو کرد فضولے سوال / کای نزده راه تو خواب و خیال

چوں[۳] دل بیدار تو از خواب رست / دیده چرا بایدت از خواب بست

رنج نخفتن چو گراں داردت / یکدم راحت چہ زیاں داردت

گفت نشاید کہ خدائے جہاں / ہر شبے آید بہ نخست آسماں

بانگ زند کز صف دوراں اه / کیست کہ آید بدرم عذر خواه

تا کرم[۴] خویش سفیرش کنم / رحمت خود عذر پذیرش کنم

من بچنیں حال نہم سر بخواب / گوش بخوابانم ازیں خوش خطاب

---

۱ ایک عارف جو ظلمت شب سے فائده اٹھاتا تھا ۱۲ ۲ یعنی سورج چھپنے کے بعد رات بھر آنکھیں کھولے بیٹھا رہتا تھا ۱۲ ۳ یعنی جب تمہارا دل نہیں سوتا تو پھر کیا غم ہے کہ ہر وقت جاگا کرتے ہو ۱۲ ۴ کہ اپنے کرم کو سفیر بنا کر میں اُسکی عذر خواہی کو قبول کر دوں ۱۲

او نظر لطف بمن کردہ باز		دیدۂ اقبال من از وے فراز
ہر کہ کند دعوے سودائے او	ق	خواب کناں از رخ زیبائے او
دعویش از صدق بود بے فروغ		چوں نفس صبح نخستیں دروغ
جامی اگر دیدۂ تو روشن ست		در دلت از دیدۂ جاں روزن ست
سخت قدم باش دریں رہ نہ سست		چشم بر آں دار کہ چشمش بہ تست

مقالۂ یازدہم در نشان دادن از حال صوفیاں کہ نشانِ ایشاں بے نشانی ست زندگانی ایشاں در جانفشانی

اے ز صفتِ تیرہ دلاں[۱] خم زدہ	وز صفت اہل صفا دم زدہ
دل نشدہ صاف ز نام آوری	نام برآوردہ بہ صوفی گری
شیوۂ صوفی چہ بود نیستی	چند تو برہستی خود ایستی
گم شو ازیں ہستی پر[۲] مستلم	بلکہ شو از گم شدگی نیز گم
نا شدہ از خویش تہی ہمچو نے	دم زدنت زانچہ نہ تابکے
گر تو نۂ ایں ہمہ آوازہ چیست	ہر نفس ایں زمزمۂ تازہ چیست
نے[۳] چہ بود آنکہ بہ دستان خویش	دم نزند جز ز نیستان خویش

۱؎ خم زدن، بھاگنا۔ یعنی اے وہ شخص کہ تو تیرہ دلوں کی صفت سے بھاگ کر صافدلی کا دعوے کرتا ہی ۱۲

۲؎ مستلم غلبہ، زور۔ ہستی پر مستلم وہ ہستی کہ جس میں زور و غلبہ کی نمود ہو ۱۲ ۳؎ مقولۂ مولانا رومؒ ہے بشنو از نے چوں حکایت میکند از جدائیہا شکایت میکند ۱۲

بادیہ ہستی خود بسپرد — پے بہ نیستانِ عدم آورد
چوں زِ نیستاں شکر افشاں شود — بہرِ حریفاں شکرستاں شود
از شکرستاں چو برآرد نفس — طوطی جانہا شود آنجا مگس
بر لبت ایں لاف کہ چوں نے نیم — در دلت اندیشہ کہ جز کے[1] کیم
قالبِ تو رومی و دل زنگی ست — روکہ نہ ایں شیوۂ یکرنگی ست
باتنِ رومی دلِ زنگی کہ چہ — رنگ یکے گیر و دو رنگی کہ چہ
رنگ دو رنگی بدو رنگاں گزار — رنگ یکے گیر کہ آید بہ کار
بہ کہ شفا جو ز مسیحا شوی — بو کہ ازیں عیب مبرا شوی
خشک ز روزہ شکمت طبل ساں — گشتہ علم بر کتفت طیلساں
سر زدہ از دلت انصافِ فقر — چند بدیں طبل و علم لافِ فقر
خرقۂ صد پارہ کہ داری بدوش — بر سرِ صد عیب بود پردہ پوش
دلق و ورع[2] را چو بود تار سست — کے شود از خرقہ پارہ درست
رشتۂ تسبیح تو دامِ ریاست — مہرۂ[3] آں دانۂ مرغِ ہواست
دانہ و[4] دام از پے آں گستری — تا غذا از سینۂ مرغے خوری

ازاں تعریض در فقر صوفی عیب ست دغا

[1] کے سے مراد بادشاہاں، کیکاوس، کیقباد، کیخسرو، یعنی ظاہر انے کی طرح مسکنت اور دل میں یہ خیال کہ میں بہت بڑا ہوں ۱۲ [2] ورع، پرہیزگاری۔ تقویٰ یعنی اصل میں اگر پرہیزگاری نہیں ہے تو یہ دکھاوٹی خرقہ کام آنے والی چیز نہیں ہے ۱۲ [3] تیری تسبیح کے دانے مرغِ حرص کی خوراک ہیں ۱۲ [4] یہ دانۂ دام اس لیے پھیلا رکھا ہے کہ کسی مرغ کے سینے سے تو غذا کھائے ۱۲

هست ز مسواک[1] چو سوهانِ تو — تیز بخونِ همه دندانِ تو

تیزی دندانت بسوهان بسائے — از سرِ هر سفره مشو لقمه خائے

شرح محاسن[2] چه دهد شانه ات — سر بقبائح کشد افسانه ات

نیست بر روے[3] تو یکے مو سیاه — چند کنی نامه سیاه از گناه

شکل کمان[4] راست قدت شرح ده — بهرِ کمانِ تو عصا گشته زه

تا بکمانت فلک این چلّه بست — تیرِ جوانیت برون شد ز شست

نوبت پیریست جوانی مکن — میل سوِ نیل امانی مکن

بر سرِ سجاده[5] چو پا سایدت — پا ز رعونت بزمین نایدت

رُخ به زمین سائے بوقت نماز — زانکه مصلاست حجاب نیاز

از کجی و کجروی اندیشه کن — پیروی راست روان پیشه کن

مدعیِ خرقهٔ تقوے مپوش — متقیٔ جام تمنّا منوش

زهد مے آلوده نیرزد به هیچ — مس زر اندوده نیرزد به هیچ

صورت و معنیت بهم راست دار — تاتت شوند اهل صفا خواستگار

یا ز سرت[6] خرقهٔ تقوی بکش — یا قدم از راه تمنّا بکش

---

[1] تیری مسواک سوہان کا کام کرتی ہے اور سب کے خون پر تیرے دانت لگے ہوئے ہیں ۱۲ [2] محاسن داڑھی ۱۲ [3] یعنی اب تیری داڑھی میں ایک بال بھی سیاہ نہیں رہا ۱۲ [4] کمان کی طرح تیرا قد ہے اور عصا زہ کا کام کرتا ہے ۱۲ [5] تو اگر عبادت کے لیے مصلے پر پاؤں رکھتا ہے تو غرور سے پھر تیرا پاؤں زمین پر نہیں پڑتا ۱۲ [6] یا اس فقیرانہ گدڑی کو اپنے جسم سے اُتار کر پھینک دے ۱۲

حکایت صوفی که در سماع غنائے مغنیه خرقه فقر از سر کشید و از لجۂ بحر حقیقت بساحل مجاز افتاد

کعبه روی از سر وجد عظیم ‏ ‏ ‏ در صف پیران حرم شد مقیم
مرغ دل او چو زدی پر و بال ‏ ‏ ‏ رستی ازیں دامگه پر و بال
وجد الهیش رهاندی ز خویش ‏ ‏ ‏ جذبش بازستاندی ز خویش
آمدی از هستی خود گشته صاف ‏ ‏ ‏ رقص کناں گرد حرم در طواف
روزے از انجا که قضا ره زدش ‏ ‏ ‏ زخم بلا در دل آگه زدش
مطربۂ رونق کارش ببرد ‏ ‏ ‏ وز دل و جاں صبر و قرارش ببرد
ذوق مے عشوه و نازش چشید ‏ ‏ ‏ دل ز حقیقت به مجازش کشید
بود همان حالت وجدش بجاے ‏ ‏ ‏ لیک ازیں شاهد دستان سرائے
خرقه به پیران حرم داد و گفت ‏ ‏ ‏ سر خود از خلق چه دارم نهفت
در دل من وجد الهی نماند ‏ ‏ ‏ جنبش من جز بلا هی نماند
ز آتش اغیار درونم بجوش ‏ ‏ ‏ خرقۂ اصحاب چه دارم بدوش
خوش نبود[1] تبکده دل زاں نگار ‏ ‏ ‏ خلعت اسلام بسر کعبه وار

۱؎ یعنی یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دل تو اُس بت کی یاد سے بتخانہ بنا ہوا ہے اور کعبہ کی طرح خلعت اسلام یعنی خرقۂ صوفیہ پہنے رہوں ۱۲

تا بحقیقت نه کشید آن مجاز	باز نیامد بسر خرقه باز
جامی ازین قاعدهٔ دلپذیر	تا بتوانی سبق عشق گیر
زان که درین مزرع مرد آزمای	هیچ نیرزد جو گندم نمای

صدقن

مقالهٔ دوازدهم در شرح حال علمائے از عمل دور و سفہائے بجہل و جدل مغرور

ای عَلَم علم بر افراخته	چون عَلَم از علم سر افراخته
خویشتن از عِلم علم ساختی	چون عمل آمد علم انداختی[۱]
لاف درستیت علم سازیت	تخته شستی علم اندازیت
دعوی دانش کنی از جاهلی	حاصل تحصیل تو بی حاصلی
خواجه زند بانگ که صنعت ورم	مس شود از جودت صنعت زرم
لیکن اگر دست بجیبش نهی	چون کف مفلس بود از زر تهی
کیسه چو خالی بود از زر و سیم	دعوی اکسیر چه سود از حکیم
جمع کتب از سره[۲] و ناسره	گرده چو خشت ست بگرد تو خره
آن خره کن رخنه که از چار حد	بست میان تو و مقصود سد
هر ورق زان کتب آمد حجاب	زان حجب تو بتوی رخ بتاب

۱ے یعنی عاجز ہو گیا یا خوار ہو گیا ۱۲ ۲ے کھری، کھوٹی - اچھی بری ؛ خرہ وہ چیز جو ایک دوسری پر رکھی ہوں جیسے اینٹیں یا کتابیں یہاں مراد دیوار ۱۲

تا بری از ہمہ فردا سبق — زاں کتب امروز بگرداں ورق

علم کہ خوانی برہ ناصواب — باشد ازاں علم سیہ رو کتاب[له]

نور دل از سینۂ سینا مجو — روشنی از چشم نابینا مجو

جانب کفرست اشارات او — باعث خوف ست بشارات او

فکر شفایش ہمہ بیماری است — میل نجاتش زگرفتاری است

قاعدۂ طب کہ بقانوں نہاد — پایہ نہ از قاعدہ بیروں نہاد

لیک نہاں ساخت بر اہل طلب — روے مسبب بحجاب سبب

خاصیت علم سبب سوزی است — شیوہ جاہل سبب آموزی است

طب ز نبی جوے کہ طب النبی — سازدت از جملہ علل اجنبی

از مرض جہل شفا بخشدت — وز کدر نفس شفا بخشدت

تابد از اسباب و علل روے تو — وا کند از ہر چہ نہ حق خوے تو

عمر تو شد صرف اصول و فروع — ہیچ نیفتاد باصلت رجوع

ہیچ وقوفت ز مقاصد چو نیست — از طلب و بمواقف ما یست

بر تو چو بکشاد ز مفتاح راہ — دولت فتح از در فتاح خواہ

نور ہدایت ز ہدایہ مجوے — راہ نہایت بہ نہایہ مپوے

گر ز موانع دل تو صاف نیست — کشف موانع حد کشاف نیست

له کتاب سے مراد چہرہ جس کو کتاب سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲

ترک نفاق و کم تلبیس گیر ... علم ز سرچشمهٔ تقدیس گیر
هرچه[1] نه قال الله و قال الرسول ... هست بر اهل فضیلت فضول
فضل خدا بین و فضولے مکن ... جهل ز حد رفت جهولے مکن
علم چو دادت ز عمل هیچ پیچ ! ... دانش بیکار نیرزد به هیچ
چوں به بساط عملت سود پاے ... بے عملاں را به عمل رهنماے
بایدت اول ادب اندوختن ... پس دگراں را ادب آموختن
چوں دگراں را شوی آموزگار ... کم طلب[2] آں را عوض از روزگار
علم بود جوهر و باقی سفال ... آں چو حقیقت دگراں چوں خیال
بیع جواهر بسفالی که چه ... بذل حقائق به خیالی که چه

حکایت عالمے که در چاه اُفتاده بود و دست شاگرد خود نداد تا اجراے آخر از دست بدهد

عالمے از چاهِ جهالت بروں ... در رهے اُفتاد بچاهے درون
هیچ بدو دست ندادش براه ... ماند دراں راه چو یوسفؑ بچاه
سایه صفت در تگ چاه آرمید ... سایهٔ شخصے بسر چاه دید

[1] یعنی جو بات خالق جل وعلا یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہٖ وسلم نے نہیں فرمائی وہ اہل فضیلت کے لیے فضول ہی ۱۲ [2] یعنی دُنیا میں اُس کے بدلے کا خواستگار نہ ہو ۱۲

نعره برآورد که ای ره نورد	از ره احسان و مروت مگرد
پای مروت بسر چاه نه	دست بافتادهٔ از راه ده
راه رو آمد بسر چاه گفت	دست بده ای به غم و آه جفت
گفت نخست از کرم عام خویش	گو خبرم از لقب و نام خویش
گفت که شاگرد کمین تو ام	در ره دین خاک نشین تو ام
گفت که حاشا که ازین چاه پست	در زنم امروز بدست تو دست
من که به تعلیم میان بسته ام	از غرض سود و زیان رسته ام
کوششم از راه خداوندیست	خاص پی فضل خداوندیست
کی بسزا داد گر الایش	وز غرض آلودگی افزایش
در تگ این چاه نشینم اسیر	تا شوم بی غرضی دستگیر
پایهٔ علم چو بلند اوفتاد	هر چه جز آنم نه پسند اوفتاد
همت جامی که بلندی گرفت	از شرف علم پسندی گرفت
علم پسندید ز طبع بلند	هر چه پسندید همانش بسند[۱]

مقالهٔ سیزدهم در مخاطبه سلاطین که اگر بر دیگران تابند آسمان عدل را چشمهٔ آفتاب اند، و اگر همه بر گرد خود میگردند طوفان ظلم را گرداب اند

ای بسته افسر فرماندهی	افسرت از گوهر احسان تهی

۱ بسند - بسنده کافی ۱۲

زیور ہر افسر ازاں گوہرست — خالی ازیں مایہ و ر د سرست
گرد[۱] میانِ تو مرصع کمر — مہرہ و مار آمدہ بایکو گر
لیک نہ آں مہرہ کہ روز شمار — نفع رساند بتوز آسیب مار
تخت زر[۲] آتش گوہر ورد — ہست درخشندہ چو انگر ...د
شعلہ بجاں در زدہ آں آتش ست — لیک زبس بیخودی آنت خوش ست
چوں بخود آئی ز شراب غرور — آورد آں سوختگی بر تو زور
ہر دمت از درد دو صد قطرہ خوں — از بن ہر موے ترا دد بروں
سود سر ایوانِ ترا بر سپہر — شمۂ[۳] آں گشت معارض بمہر
قصر تو چوں کاخ فلک سر بلند — حادثہ را قاصر ازانجا کمند
حارس و بواب ترا بد سگال — بستہ پے حفظ تو راہِ خیال
لیک نیارند بمکر و حیل — بستن آں رخنہ کہ آرد اجل
زود بود کاید اجل در کمیں — شیشۂ عمر تو زند بر زمیں
نقد حیاتِ تو بغارت برد — خصم[۵] ترا بخت بشارت برد

---

۱ یعنی تیری کمر پر جو مرصع پٹکا ہے اس کی مثال سانپ اور سانپ کے من کی سی ہے ۱۲
۲ یعنی وہ تخت زر جس کہ لعل لگے ہیں وہ آگ کی طرح ہیں اور انگارے کی طرح اس میں چمک رہے ہیں اور انھوں نے تیرے دل میں آگ لگا رکھی ہے مگر تجھ کو وہی اچھے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ ۳ شمہ کلس ۱۲
۴ حارس نگہبان، چوکیدار۔ بواب دربان یعنی یہ لوگ تیرے دشمن ہیں اور انھوں نے راہ خیال بھی تیرے اوپر بند کر دی ہے یعنی اور کوئی تو کیا پہونچ سکتا ہے خیال بھی نہیں پہونچ سکتا ۱۲ ۵ یعنی نصیب تیرے مرنے کی تیرے دشمن کو بشارت پہونچائے گا ۱۲

کنگر کاخ تو بخاک افگند
افسرت از فرق فتد زیر پاے
روزے ازیں واقعہ اندیشہ کن
ظلم ترا[2] بیخ چو محکم بود
خواجہ بخانہ چو بود دف سراے
شہر ز[3] آشوب تو غارت شود
کاش کنی ترک عمارت گری
باغ ز آسیب تو گردد تلف
بہ کہ ازاں سیب شکیبت بود
میوۂ و مرغے سر خوانت مقیم
مطبخیت[4] ہیمہ ز خوے درشت
باز ترا میر شکاراں بہ فن
بارگی[5] خاص ترا ہا پیرس

طاق بلندت بمغاک[1] افگند
پایۂ تخت تو بلغزد زجاے
قاعدۂ داد گرے پیشہ کن
ظلم تو ظلم ہمہ عالم بود
اہل سرایش ہمہ کو بند پاے
تات یکے خانہ عمارت شود
تانکشد کار بہ غارت گری
تات در آید بہ دو سیبے بکف
ورنہ بہر سیب حبیبت بود
از حرم بیوۂ و باغ یتیم
می کشد از پشتۂ ہر گوزہ پشت
طعمہ دہ از جوزۂ ہر پیرزن
کاہ چو از توبرۂ خوشہ چیں

[1] گڑھا ۱۲ [2] اگر تو ظلم کرتا رہے گا تو تمام عالم ظلم پر دلیر ہوگا اور سب کے ظلم تیرے ہی نامۂ اعمال میں لکھے جائینگے ۱۲ [3] یعنی تیرے بہلنے سے نوکر تیرے شہر کو غارت کردیں گے جب وہ ایک باغ کو اجاڑیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کو ایک سیب یا ایک ہی مل سکے گی ۱۲
[4] مطبخی باورچی، ہیمہ ایندھن کی لکڑی، گوزہ پشت کبڑا ۱۲ [5] بارگی سواری کا گھوڑا ۱۲

گوش کنیزان ترا داده بهر ... از زر و زیور گدایان شهر

چند کنی ظلم بهر بوم[1] و مرز ... چند کنی ظلم بستم عدل ورز

بین که ازین هر دو کدام ست به ... هر چه نه به بر رخ او دست نه

ظلم نهد دام سراب غرور ... عدل دهد جام شراب سرور

هان که جگر سوختهٔ و دل کباب ... باز نمانی بسراب از شراب

شهر و ده آباد بعدل ست و بس ... طبع جهان شاد بعدل ست و بس

تو چو شبانی و رعیت همه ... در کنف[2] رحمت تو چون رمه

وای شبانی که کند کار گرگ ... همچو سگ دزد شود یار گرگ

بره[3] کند باز ز پستان میش ... تا دردش گرگ بدندان خویش

عدل تو گر فیض رسانی کند ... بر رمها[4] گرگ شبانی کند

پنجه کند شانه بدشت و دره ... شانه زند گردن میش و بره

آهو با گرگ شود در خرام
هم سگ و صیاد بروباه رام

ف۱ بوم و مرز. جگہ، مقام ۱۲
ف۲ کنف، کنارہ ۱۲
ف۳ برہ، بکرا بکری ۱۲
ف۴ رمہا جمع رمہ کی بکری کا گلہ ۱۲

حکایت عمر عبد العزیز که در همه عمر عزیزاز افسر عین عدالت ملبس بود واز حلیه مروت کمر بند بود

چون ثمر دوحهٔ[1] عبد العزیز	دولت دین شد شرف ملک نیز
قاعدهٔ عدل[2] عمر رض تازه کرد	ملک و خلافت بیک اندازه کرد
کوه نشینان[3] که ز ظلم سیاه (ق)	خاسته بودند ز سرهائے راه
پویه کنان بر سر راه آمدند	بهر خبر پرسی شاه آمدند
کان پیشینه ستمگر چه شد	حال وے از گردش اختر چه شد
وین شه عادل دل و فیروزه روز	کیست که شد نیر عالم فروز
ره سپرے[4] گفت چسان یافتید	این خبر خیر که بشتافتید
مژده رسانند که بودی دلیر	بر رمه زین پیش بسے گرگ و شیر
بر رمه[5] از گرگ دلیرے نماند	شیر بخونخواری شیرے نماند

۱ ثمر دوحۂ عبد العزیز سے مراد عمر بن عبد العزیز ہیں جو بنی اُمیہ میں سے آٹھویں خلیفہ تھے، سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۳ھ میں بطن اُم عاصم بنت عاصم بن عمر خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پیدا ہوئے سنہ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۳۹ سال ۶ ماہ ۵ کی عمر میں ۲۰ رجب سنہ ۱۰۱ھ میں اثر زہر سے جو اقربا نے دیا تھا وفات پائی نہایت عادل خلیفہ تھے ان کے بعد یزید ثانی بن عبد الملک خلیفہ ہوا ۱۲ (عبد الباری آسی)

۲ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے عدل میں سراسر طریقۂ عمر رضہ اختیار کیا تھا ۱۲

۳ یعنی جو فقرا ظلم سیاہ عبد العزیز سے عاجز آکر مارے مارے پھرتے تھے ۱۲

۴ رہ سپرے سے مراد مسافر، یعنی مسافر نے دریافت کیا کہ یہ خبر تم کو کہاں سے ملی ۱۲

۵ یہ اُن کا جواب ہے کہ اب گرگ گوسفند کے گلے پر دست درازی نہیں کرتا ۱۲

بره و گرگ اند بهم در حرام — آهو و شیر اند بهم گشته رام
این همه از دولت این خسرو است — کز قدمش رسم عدالت نو است
آن ز خساست صفت گرگ داشت — بر سر ما گرگ دگر می گماشت
وین ز کرم چون ببزرگی رسید — گرگ ز سر کسوت گرگی کشید
تمت
هست درین مرحله خرد و بزرگ — با دهن یوسف و دندان گرگ
گرچه بود خوش لب خندان شان — جامی و صد زخم ز دندان شان

مقالۂ چہاردہم در اشارت بحال وزیران و دبیران که رقم عدل و ظلم بر صفحات ایام از رشحات اقلام ایشان ست

ای[1] چو قلم صورت خود کرده راست — میل رقمهای کجی از تو خاست
تا قلم آسا بسر[2] خود روی — گرچه همه نیک روی بد روی
نسخه از نظامی حضرت ۱۲
هر که بیک حرف قلم کج نهاد — حرف وی از لوح بقا محو باد
چند به دفتر رقم نا صواب — یاد کن از دفتر یوم الحساب

۱ مصنف رح اہل قلم دبیروں اور وزیروں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم نے قلم کی طرح اپنی صورت درست بنا رکھی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کجی کے خواہشات تمہیں سے پیدا ہوتی ہیں ۱۲

۲ جب تک تو قلم کی طرح مغرورانہ خیال سے کر سر ہی لیکر چلے گا چاہے وہ سراسر نیکی ہی کا راستہ کیوں نہ ہو مگر برا ہی سمجھا جائے گا ۱۲

تو به سه[1] انگشت شده خامه زن
آن که تو خوانیش صریر قلم
خط که ورق تر کند از دست تو
جنبش کلک تو زنار اسی
وز قلمت قاف جهان تا بقاف
نوک قلم از سر گز لک[4] مخار
عاقبت آن مار زراه ستیز
بلکه زده زخم تو زافسردگی
مو که زند بر سر کلکت گره
کاے بخود گشته سمر تا به چند
چند مددگاری ظالم کنی
تا ببری از دل ظالم غبار
خرمن دہقاں که بخون جگر
سوختۂ آتش بیدادتست
دانه کنی نقل بانبار شاه

خلق ده انگشت ز تو در دهن
از رقمت هست نفیر قلم
خاک بسر بر کند از دست تو
برده[2] ز بالاے الف راستی
پر شکن[3] و تاب شده همچو کاف
تیز مکن بیهده دندان مار
بر تو زند زخم ز دندان تیز
نیستی آگاه ز آزردگی
از ره معنی ست ترا پند ده
جهت بکارے که بموئیت بند
وز مددش کسب مظالم کنی
گردن مظلوم کنی زیر بار
کشتۂ وے آمده در ده ببر
دانۂ کاهش همه بر باد تست
کاه برے بهر تو ز سیاه

[1] تو تین انگلیوں سے قلم پکڑ کے لکھتا ہی لیکن لوگ اپنی دسوں انگلیاں تیرے ظلم کی وجہ سے چبائے ڈالتے ہیں ۱۲ [2] یعنی الف کے قد سے بھی اُس نے راستی دور کردی ہی ۱۲ [3] چونکہ کاف ٹیڑھا ہوتا ہے اس لیے ایسا کہا (ک) ۱۲ [4] گز لک چھُری ۱۲

چون

حصهٔ دهقان که شوی غوره رس — دانهٔ اشک وی که روی ست و بس
مایهٔ تاجر که در آوارگی — جمع نشد جز بجگر خوارگی
شد ز براتت[له] همه صرف زکات — درکف قبض ست هنوز آن برات
کاسب بیچاره که در شهر و کوی — ز آبلهٔ دست کند آبروی
در کف از آئین ستمگاریش — هیچ بجز آبله نگزاریش
خارکش پیر که چون خارپشت — خم بودش پشت ز بار درشت
چون شود از خار تهی پشت او — قیمت آن را کشی از مشت او
گاوک شیر آورد بهر پیرزال — خرج شد از بهر خراجات سال
گرسنه و تشنه شده گوشه گیر — خون جگر می خورد اکنون چو شیر
مال یتیمان برهت پایمال — حاصل سائل ز تو ذل سوال
زیور طفلانت ز طبع لئیم — هست زر سائل دریتیم
نقل شب عیش تو نقل سخن — نوبه نوا از تیره دلان کهن
مطرب[که] تو آنکه ببانگ بلند — مال فلان گوید و چونست و چند
حیله بصد گونه نمودن توان — وز کفش آن مال ربودن توان
کار تو شد بار دل صد هزار — شرم نداری تو ازین کار و بار

له یعنی تونے اس زکوٰۃ کو بھی اپنا ہی حصہ بنا لیا ہے جو خزانۂ شاہی سے نکلتی ہی اور اسپر تو خود قابض و متصرف ہے ۱۲

که یعنی تیرا مطرب گویا گاگر لوگوں کے مال اور مقدار مال کا تجکو پتا دیتا ہے ۱۲

بیش مکن دست تطاول برون　　کز تو قلمرو چو قلم شد نگون

شه ز تو بدنام رعیت خراب[1]　　ملک ز غوغاے تو در اضطراب

کن نظر تجربه در همسران　　تا نشوی تجربهٔ دیگران

تجربهٔ چوب به پهلوت[2] سخت　　به که بعبرت نگری بر درخت

لیک سر تجربه گیریت نیست　　تجربه جز حرص وزیریت نیست

حکایت درازدستی که دست وی بریده و از قلم وزارت کوتاه شد

بود یکے شاه که در ملک و مال[3]　　عهد وزیرے چو رسیدی بسال

دست قلم سانش جدا ساختی　　چون قلم از بند برانداختی

هر که گرفتی ز هوا دست او　　پایهٔ اقبال شدی پست او

دست وزارت بوے آراستی　　جان حسود از حسدش کاستی

روزے ازیں قاعدهٔ ناپسند　　ساخت جدا دست وزیرے ز بند

دست بریده به هوا در فگند　　تاش بگیرند صلا در فگند

ا؎ تو ظالموں کے حال اور قصوں سے خود عبرت حاصل کر، ایسا نہ ہو کہ لوگ پھر تیرا حال اور قصہ سُن کر عبرت حاصل کریں ۱۲ ۲؎ لکڑی کا تجربہ اپنے پہلو پر کرنا دشوار ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ درخت پر ہی اس کو دیکھ لے اور عبرت سے اس پر نظر ڈال ۱۲ ۳؎ یعنی اُس وزیر کا جو ایک سال رہ چکا ہوتا ہاتھ کٹواتا اور پھینکدیتا اور پھر جو اس ہاتھ کو لپک لیتا اُس کو وزیر بنا لیتا ۱۲

چشم خرد گرد فراز آن وزیر　　دست دگر کرده دراز آن وزیر
دست خود از بیخودی خود گرفت　　بهر وزارت ره مسند گرفت
تجربه نگرفت ز دست نخست　　دست خود از دست دگر نیز شست
جامی ازین پیش که تیغ اجل　　دست تو کوتاه کند از امل
دست امل از همه کوتاه کن　　در صف کوته املان راه کن

مقالهٔ پانزدهم در تنبیه آنکه صبح شیب از شب شباب شان میدا است و دران صبحگاه نسیم آگاهی بمشام ایشان نرسیده

ای تنت[۱] از شمع گدازنده تر　　شعله زنان آتش شیبت ز سر
داده سر سبز[۲] تو آتش فشان　　از شجر اخضر و نارش نشان
چرخ که بر فرق تو کافور ریخت　　بر تو هم از شعر تو کافور بیخت
تا که کند سردی کافور سرد　　بر دل گرم مست هوس خواب و خورد
کرد شب موی تو تصویر صبح　　روز اجل راست تباشیر صبح
گردش دولاب چرخ برین　　بر سر و آرام گرفتن زمین

[۱] اے وہ کہ ترا جسم شمع سے بھی زیادہ پگھلنے والا ہے اور تیرے سر سے بڑھاپے کے شعلے نکلنے لگے ہیں ۱۲ [۲] تیرا سر سبز جو کبھی سبز تھا اب بوجہ تیرے مہندی لگانے کے آگ سا معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبز درخت پر آگ ہے یا یہ کہ تیرے سر کے کچھ بال سیاہ ہیں اور کچھ سرخ ہیں اور یہ تلمیح ہے ایک آیت کی طرف ۱۲

کالبد جو جو آزادگاں — در تہ سنگ ستم افتادگاں
آرد کناں بسکہ بفرسود و کاست — موے تو پر گرد ازاں آسیاست
پشت تو مانند کماں گشت کوز — خشک شدہ پوست براں ہمچو توز[۱]
رشتۂ اشک تو براں بستہ زہ — ناوک آہ تو برآں تیر نہ
جز پے آں نیست کہ کارے کنی — در رہ مقصود شکارے کنی
قد تو لام و الف آمد عصا — ہر دو پے نفی وجود تو لا
یعنی از آئینۂ لوح وجود — نفی شود صورت بود تو زود
یک نشناسی ز دو وقت شمار — تا نہ کند شیشہ دو چشم تو چار
یا بدم مار زنا دیدنت — خلق بہ فریاد ز نشنیدنت
سنگ زنی دندانت شدی لخت لخت — موم کنوں پیش تو چوں سنگ سخت
با ہمہ رخنہ کہ بدنداں تست — نامدہ یک حرف بروں زاں درست
نایدت از دست کہ جنبی ز جاے — تا نشودت[۲] دست مددگار پاے
لرزش دست تو بہ ہنگام کار — بردہ ز دست تو بروں اختیار
چوں گرہ سیم[۳] شدہ مشت تو — رفتہ چو سیماب ز انگشت تو

۱ توز ایک درخت کا پوست ہے جو کمان وغیرہ پر اسکی مضبوطی کے لیے لپیٹتے ہیں ۱۲ ۲ یعنی جب تک کہ ہاتھ سے سہارا نہیں دیا جاتا تو اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا ۱۲ ۳ ایک وقت میں تیری مٹھی گرہ سیم معلوم ہوتی تھی مگر وہ خوبی تیرے ہاتھ سے ایسی رخصت ہو گئی جیسے کہ سیماب اُڑ جاتا ہے / یا جو سختی تیری مشت میں تھی اب وہ باقی نہیں ہے ۱۲

قوت امساک[۱] نماندت بدست ‌ گرچه که امساک ترا دست بست

قاعدهٔ حرص جز امساک نیست ‌ چارهٔ امساک بجز خاک نیست

پیش که در خاک رونشی خاک شو ‌ پیش که ناپاک روی پاک شو

پیر شدی شیوهٔ پیرانه گیر ‌ شیوهٔ پیرانه خوش آید ز پیر

دست ز فتراک[۲] جوانان بدار ‌ عشق و جوانی بجوانان گزار

چون[۳] تو ازین پیری خویشی ملول ‌ کے کندت طبع جوانان قبول

پیر شدی رو بہ کنار از میاں ‌ خوش نبود صحبت پیر و جوان

شوی

حکایت سرد شدن پیر سفید موی از نفس آن خورشید گرم خوی که با زلف شبرنگ دم از صبح سفید موی زد

فصل خزاں کز دم باد و زاں ‌ کارگه رنگ رزاں شد رزاں

باغ جواں صورت پیری گرفت ‌ سبزهٔ تر رنگ زریری گرفت

برگ درختاں ز سر شاخسار ‌ مختلف الواں چو گل اندر بهار

موی سفیدے بقد خم زده ‌ سینہ اش آتشکدهٔ غم زده

پای نشست از تہ داماں کشید ‌ رخت تماشا بگلستاں کشید

شدن

۱ے تیرے ہاتھ میں کسی شے کے رد کرنے کی طاقت نہیں اگرچہ تیری ممسکی اور بخل نے تیرا ہاتھ ہمیشہ بند ہی رکھا ۱۲ ۲ے فتراک شکار بند ۱۲ ۳ے جب کہ تو اپنی حالت پیری کو خود ہی نہیں پسند کرتا تو جوانوں کی نگاہ تجھے کب پسند کرے گی ۱۲

از رہ فکرت قدمے می نہاد — وز سر عبرت نظرے می کشاد
دید کہ با گیسوے چوں پر زاغ — کبک خراماں شدہ طاؤس باغ
معجر کافوری او مشک پوش — گوہر و زر ز آمدنش در خروش
رنگ حنا را ز کفش خون جگر — ہر سر انگشت چو عناب تر
پنجۂ مرجاں زدہ انگشت او — گوہر خود یافتہ در مشت او
گشتہ ز ہر ناخن او در خضاب — بدر دہ ہلالے ز شفق رنگ یاب
پیر چو آں دید دل از دست داد — گشت دوتا روے بپایش نہاد
گفت بدیں صورت زیبا کۂ — آدمی و یا پری دیا چۂ
ناز جوانی ز سر خود بنہ — داد دل پے سپر خود بدہ
نیم دمے ہمدم ایں بندہ باش — جمع کن پیر پراگندہ باش
غنچۂ نوشیں بہ تبسم کشود — گفت کہ دیر آمدۂ خیز زود
روے برہ کن بر از من امید — زانکہ سرم ہست چو معجر سفید
بلکہ تو گوہی بر ایں معجرم — شعر سفید است ز موے سرم

۱ یعنی اس بڈھے نے باغ میں دیکھا کہ ایک جوان طاؤس بوستاں کی طرح سیر کرتا پھرتا ہے ۱۲
۲ معجر اوڑھنی، چادر یعنی اسکی اوڑھی ہوئی چادر پراگندگی زلف سیاہ پریشاں تھی، دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ گوہر و زر کا جو پاؤں میں زیور تھا وہ اُس کے باغ میں آنے سے شور و فغاں کررہا تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ چلنے میں پاؤں کا زیور بولتا ہے ۱۲ (عبدالباری آسی) ۳ یعنی اُس چادر سفید کی مانند میرے بال سفید ہیں ۱۲

پیر چو از موی شنید این خبر — خاست چو موحالی و پیچید سر
تازه گل از پیر چو آن شیوه دید — پرده کافور ز سنبل کشید
موی خود آورد ز معجر برون — چون شبه شبرنگ چو شب قیرگون
پیر بنالید که ای در فروغ — مه ز تو کم بهر چه بود این دروغ
گفت پی آن که کنم آگهت — کانچه زند از طلب یار رهت
زان سبب افتاد ز راهیم ما — هر چه نخواهی تو نخواهیم ما
پیر شدی جامی و عمر از شصت — رشتهٔ پیوند بهفتاد بست
یاد جوانی و جوانان مکن — قبلهٔ جان جز در جانان مکن

مقالهٔ شانزدهم در شرح حال نورسیدگان غره بعهد جوانی که غرهٔ ماه عیش و کامرانی است

ای شده با موی سیه از غرور — از نفر موی سپیدان نفور
رخ ز سفیدی بسیاهی منه — نور الٰهی بملاهی منه
طفلی و چون شیر شده موی پیر — هست عجب نفرت طفلان ز شیر
زاغ سیاهی تو دریں یوم بسیم — کی هلد از باز سفیدت سلیم
تکیه بر اسباب جوانی مکن — هر چه توان تا بتوانی مکن
بازوی تو گر بمثل آهن است — پوست اگر بر تن تو جوشن است

خم نه کنی بهر خدا پشت خویش
سخت کمانی مکن اے سست کیش

دست اجل موم کند آهنت
تیغ قضا چاک کند جوشنت

قوت بسیار تو چون کم شود
گر همه تیر است قدت خم شود

پیش که[1] شانزده فلک عشوه ده
پشت ترا همچو کمان تن چو زه ق

باش کمان در پے طاعت دوان
گوشه گزیں از رهِ تحسین گراں

برتنِ خود راه ریاضت کشائے
از تن[2] خود کم کن و در جان فزائے

سالک ره خشک بدن به بود
تنگ نزند اسپ که فربه بود

تا شده پشتِ تو زپیری دوتاه
راه همی رو پے پیران راه

برصف رندند چو پیران امیر
باش بفتراک امیران اسیر

تا نه از ایشان باسیری رسی
کے بود امکاں که بپیری رسی

بردر هر پیر کمر بند بت
به که بسر تاج خداوندیت

پایهٔ آن تاج بود بس بلند
کنگر آں را کم آید کمند

کوه که صد کانِ گهر یافت است
تاج بلندی ز کمر یافت است

سرکشی کافت بروں کن زسر
سیم صفت بند گره در کمر

در قدم پیر سبک پایه شو
وز گهرش گنج گرانمایه شو

چون تو بخدمت مددش می کنی
آں مدد از بهر خودش می کنی

[1] پیش کہ الخ یعنی پیش از آنکه ۱۲
[2] یعنی جسم کو گھٹادے اور جان کو بڑھا ۱۲

آب چو ریزے بکفش در وضو / چہرۂ اقبال دہی شست وشو

سنگ زر اہش چو نہی بر گراں / پلۂ طاعات کنی زاں گراں

کفش تہی چوں نہیش زیر پائے / بر سر افلاک شوی کفش سائے

رکوہ کہ در ہمرہی او بری / آب ز سر چشمۂ حیواں خوری

خاک رہش را بمژہ روب پاک / تا شودت دیدۂ جاں سرمہ ناک

غاشیۂ دولت او کش بدوش / تا شودت ستر کرم عیب پوش

تا نشوی پیر چو پیران کار / دست خود از دامن خدمت مدار

پایۂ پیری بجوانی مجوے / راہ ارادت بہ امانی میوے

ترسمت آں پایہ نگردد بساز / مانی از آداب جوانیت باز

حکایت زاغی کہ رفتار کبک می آموخت و رفتار خود فراموش کرد

زاغے ازاں جا کہ فراغے گزید / رخت خود از باغ براغے کشید

زنگ زدود آئینۂ باغ را / خال سیہ گشت رخ راغ را

دید یکے عرصہ بداماں کوہ / عرصہ[۱] وہ مخزن پنہان کوہ

سبزہ و لالہ چو رخ مہوشاں / دادہ ز فیروزہ و لعلش نشاں

۱؎ یعنی ایک پہاڑی میدان دیکھا جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ تمام معدنیات اس میں موجود ہیں جن کا بیان دوسرے شعر میں ہے کہ سبزہ اور لالہ کو دیکھ کر فیروزہ اور لعل کی تصویر نظروں میں پھر جاتی ہے۱۲

نادره کبکی به جمال تمام
شاهد آن روضهٔ فیروزه فام

فاخته گون صُدره[1] بر کرده تنگ
دوخته بر صدرهٔ سنجاب رنگ

تیهو و دراج بر و عشق ساز
بر همه از گردن و سر سرفراز

پایچه برزده تا ساق پای
کرده ز چستی بسر تیغ جای

بر سر هر سنگ زده قهقهه
پی سپرش همره و هم بی رهه

تیز رو و، تیز دو و، تیز گام
خوش پرش و خوش روش و خوش خرام

هم حرکاتش متناسب بهم
هم خطواتش[2] متقارب بهم

زاغ چو دید آن ره و رفتار او
وان روش و جنبش هموار او

باد دلی از دور گرفتار او
رفت بشاگردی رفتار او

باز کشید از روش خویش پای
در پی او کرد به تقلید جای

بر قدمش او قدمی می کشید
وز قلم پا رقمی می کشید

در پیش القصه دران مرغزار
رفت بران قاعده روزی سه چار

عاقبت از خامی خود سوخته
رهروی کبک نیاموخته

کرده فراموش ره و رفتار خویش
مانده غرامت زده در کار خویش

هر کس ازین دائرهٔ تیز رو
هست درین دیر بواری گرو

[1] صدره بشا باکر، داسکٹ، صدری ۱۲ [2] جمع خطوه بالفتح، قدم ـ متقارب قریب باهم ۱۲

جامی از و دار ہمہ سادگی	تا جور سند آزادگی

مقالۂ ہفدہم در اشارت بحسن خوبان و جمال محبوبان کہ دلفریب ترین گل این بہارستان اند و ناشکیب ترین نقش این نگارستان

نقش سرا پردۂ شاہی ست حسن — لمعۂ خورشید الٰہی ست حسن

حسن کہ در پردۂ آب و گل ست — تازہ کن عہد قدیم دل ست

آنچہ شد این سلسلہ بنیاد ازو — لائحۂ[1] حسن دہد یاد ازو

ما کہ چنین گشتۂ ہر مہوشیم — سوختۂ خرمن ازاں آتشیم

در دل ہر سوختہ جوششی کہ ہست — وز لب ہر خستہ خروشی کہ ہست

یک شرر از گرمی آں آتش ست — وقت کسے خوش کہ بآتش خوش ست

اے کہ بشکل خوشت آراستند — فتنۂ ارباب نظر ساختند

قد تو سرو یست بہشتی چمن — روے تو شمعیست بہر انجمن

صورت موزون تو نظم جمال — مطلع[2] آں جبہۂ فرخندہ فال

جبہات از نور چو[3] مطلع نوشت — ابروت از مشک دو مصرع نوشت

سطرے سر از ابروے تو خوشتر نبود — لیک کج آمد چو بمسطر نبود

---

۱ لائحہ شعلہ مجاز اگ، درخشندگی. چمک دمک ۱۲ ۲ مطلع آں۔ یعنی اس نظم کا مطلع ۱۲

۳ حسن اور حسین سے تخاطب ہے ۱۲

تا بد ازاں مطلع ف۱ مہر ارتفاع
ہست دو چشمش ز شعاعش دو عین
چشمۂ نوشت ف۲ کہ عجب جانفزاست
خضر خطت خرقہ کبود آمدہ
گوی زنخدان تو با گوے سیم
آب لطافت چکد از غبغبت
بلکہ خوے طلعت رخشان تست
خال زنخدانت بدل تنگیٔ
بر لبت آں دانۂ مشکیں کہ ہست
مشک بر خسار چو گلنار تو
ورد ف۳ طری لرزہ کناں بر لبت
سینۂ تو چوں دل عشاق صاف
از ستم بازو تو گردہ بسیم
با تو اگر دولت ف۴ ہم زانوے

ہمہ رخسار تو ہر دم شعاع
مینی سیمیں الفے بین بین
از لب تو تا لب آب بقاست
بر لب آں چشمہ فرود آمدہ
ہست چو سیبی ز لطافت دو نیم
نیست بسے راہ ازاں تا لبت
گرد شدہ زیر زنخدان تست
ماندہ بگرداب بلا زنگیٔ
تخم غم ہر دل غمگیں کہ ہست
نقطہ زدہ بر خط رخسار تو
کبک دری طوق کش گردنت
جیب کیاں چاک ازو تا بناف
زاں زدہ بر ساعد تو پنجہ سیم
ہست نصیب کسے آنہم توئے

ف۱ مطلع مہر ارتفاع سے مراد یہاں ابرو ہے ۱۲ ف۲ دہن کو چشمۂ آب حیات اور سبزۂ خط کو خضر بوجہ سبز پوشی کے کہا ہے ۱۲ ف۳ ورد گلاب، طری تازہ نیا ۱۲ ف۴ یعنی اگر کوئی تیرا ہم زانو ہے تو وہ خود تو ہی ہے مولانا نظامی نے فرمایا ہے ؎ ہمچو تو گر کسے بشد آنہم توئی ۱۲

بهر تماشا گری روی خویش ‌‌ آئینه کن لیک ز زانوی خویش
نیست ترا هم قدمی حد کس ‌‌ سایهٔ تو هم قدم تست و بس
صدره اگر از قدم فکر و رای ‌‌ از سر تست آئیم فرو تا بپای
یک بیک اعضای تو موزون بود ‌‌ هر یک ازاں دیگری افزوں بود
جلوهٔ حسن تو در افزونی ست ‌‌ آئینهٔ چونی و بیچونی ست
جلوهٔ این آئینهٔ نوربار ‌‌ از نظر بے بصراں دور دار
صورت چونی شده از وی عیاں ‌‌ معنی بیچوں شده در وی نہاں
قبلهٔ هر دیده دریں آئنست ‌‌ منظر اهل نظر ایں آئنست
کور چه داند که در آئینه چیست ‌‌ عکس خود افگنده در آئینه کیست
چهره[۱] نہاں دار که آلودگاں ‌‌ جز ره بیهوده نه پیمودگاں
چوں به جمال تو نظر وا کنند ‌‌ آرزوی خویش تمنا کنند
دیدهٔ شهوت نتوانند بست ‌‌ از غرض خاطر صورت پرست
با تو بجز راه هوا نسپرند ‌‌ جز بغرض روی ترا ننگرند
روی غرض چوں نبود نورمند ‌‌ ق ‌‌ زود ازیں آئینهٔ دلپسند
سیر[۲] شود چشم غرض بین شاں ‌‌ رنج و ملامت شود آئین شاں

۱ه تجھ کو چاہیے کہ تو پردے میں رہے آگے چل کر اس کی وجہ بیان کی ہے ۱۲ ۲ه یعنی چونکہ وہ لوگ صرف غرض کے لیے تیری طرف آنکھ اٹھاتے ہیں اور غرض کی آنکھ کبھی نورمند نہیں ہوتی اس لیے وہ جلد تجھ سے سیر ہو جاتے ہیں ۱۲

از نظر انداختہ خوارش کنند	تیرہ رخ از گرد و غبارش کنند

حکایت زنگی کہ روے خود را در آئینہ بزنگ دید و آئینہ را از عکس روے خود نہ پسندید

دیو نژادے[۱] چو یکے تیرہ ابر		لب چو خمِ نیل کبود و سطبر
رنگ چو انگشت نیفروختہ		چہرہ چو چوبیں طبق سوختہ
ماندہ دہن چوں دہن حقہ باز	جیفہ	نا شدہ ہمچوں در محنت فراز[۲]
یافت برہ آئینۂ گرد ناک		ساخت بدامن رخش از گرد پاک
دیدہ چو بر روے دلیش آرمید		شکل بد انساں کہ شنیدی بدید
آب دہاں بر رخ پاکش فگند		وز کف خود خوار بخاکش فگند
گفت کہ نا قدر تو بشناختند		بر رہت ایں گونہ بینداختند
پیش کساں پستی مقدار تو		نیست جز از زشتی دیدار تو
طینت اگر پاک چو من بودیت		کے بگِل و خاک وطن بودیت
ہر بد و نیکی کہ بے اندر یست		بہرۂ ہر چیز بقدر وے ست
چوں برخ خویش نظر برکشاد		عیب بر آئینہ نہ بر خود نہاد
بود ہمہ نور صفا آئنہ		شد ز رخش عیب نما آئنہ

۱ دیو نژاد سے مراد قوی ہیکل، سیاہ، بدصورت اور بیڈول ہو ۱۲ ۲ فراز بند یہ لغات اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی بند کے بھی ہیں ۱۲

طلعت او بود بد انساں سیاه
آئینه را چیست ندانم گناه

جامی ازیں گنبد آئینه رنگ
هرچه نماید بگه صلح و جنگ

کاں سبب راحت و آزار تست
چوں نگری صورت کردار تست

مقالهٔ هیژدهم در اشارت بعشق که شور او نمک خوان جگر خواران است و جراحت آں راحت جان دل افگاران است

رونق ایام جوانی ست عشق
مایهٔ کام دو جهانی ست عشق

میل تحرک[1] بفلک عشق داد
ذوق تجرد بملک عشق داد

چوں تن[2] گل جاں بوئے تعشق گرفت
با گل تن رنگ تعلق گرفت

رابطهٔ جان و تن ما از وست
مردن ما زیستن ما از وست

علوی و سفلی همه بند و بیند
پست شو قدر بلند و بیند

مه که بشب نور دهی یافته
پرتوے از مهر بر وتافته

خاک ز گردوں نبود تابناک
تا اثر مهر نیفتد بخاک

چوں بتن آزاده ز مهر ست دل
سنگ سیاه ست دراں تیره گل

هر که نه در آتش عشق ست غرق
از دل او تا بصنوبر چه فرق

[1] میل الخ یعنی آسمان کو حرکت عشق ہی کی بخشی ہوئی ہے، اور وہ اسی وجہ سے گردش میں ہے ۱۲ [2] عشق ہی کا نتیجہ ہے کہ جان نے جب عشق کی بو سونگھی تو وہ قالب خاکی سے مل گئی ۱۲

کار صنوبر چه بود غافلی
زندگیِ دل به غمِ عاشقی ست
تا نشود عشق[۱] به دل بردگی
ای[۲] شده کارِ تو بد از نیکوان
حالِ تو از خالِ سیاهاں تباه
رهزنِ خوابت شده چشمانِ مست
هر که شد از سرو قداں سرفراز
هر که برخ نقطۂ سودا نهاد
هر که بلب آبِ حیات آمدست
گه دم از اندیشۂ ماہے زنے
گه زِ گلے خرم و خنداں شوی
گه بغمِ زلفِ دلِ شیدا دهی
یار هم آغوش[۳] بهم باده نوش
یار هم آواز بهم پرده ساز
از غمِ عشقے که نه صاحبدلے
تارکِ جاں بر قدمِ عاشقی ست
گرمیِ دل نیست جز افسردگی
جفت صد اندوه ز طاق ابرواں
روزِ تو از مشک عذاراں سیاه
توبۂ تو یافته زایشاں شکست
ساخت سرت پست بخاکِ نیاز
داغ غمت بر دلِ شیدا نهاد
رخ زِ خطش در ظلمات آمدست
مه به فلک بینی و آہے زنے
نغمه سرا بلبلِ بستاں شوی
روے چو دیوانه به صحرا نهی
تو پسِ زانوے غم اندر خروش
تو زِ تبِ فرقتِ او در گداز

ح۱ یعنی اگر عشق نہ ہو تو دل افسردہ ہو جائے ۱۲ ح۲ یعنی اے وہ شخص کہ تو حسینوں سے عاجز آگیا ہے ۱۲ ح۳ یعنی تو کیا اپنا دل ادھر اُدھر لگاتا پھرتا ہے ذرا ہوش میں آ، دوست تو خود تیرے پاس موجود ہے تو بے کار سرگردان پھرتا ہے ۱۲

یار ہم آہنگ بہر سینہ تنگ	تو ز غمش کوفتہ بر سینہ سنگ
زیرکی ورزو چناں گیر یار	کش بود اندر دل وجانت قرار
محرم خلوت گہ رازت شود	مونس شبہائے درازت شود
جغد نۂ جلوہ بہر کاخ چند	مرغ نۂ نغمہ بہر شاخ چند
جلوہ گر کنگر یک کاخ شو	نغمہ زن طارم یک شاخ شو
رو بیکے آر کہ فرخندگیست	ترک دوئی کن کہ پراگندگیست
میوۂ مقصود کے آرد درخت	تانہ کند پاے بیکجاے سخت

حکایت عاشقے کہ درحضور معشوق بقصد دیگرے دیدہ کشاد وبداں کج بصرے از نظر معشوق افتاد

بوالہوسے بر سر راہے رسید	جلوہ کناں چاردہ ماہے بدید
ہالہ شدہ گرد قمر معجرش	خیمہ زدہ بر مہ و خور چادرش
نغمہ سرا جنبش خلخال او	نافہ کشا زلف ز دنبال او
نعرہ بر آورد کہ اے خود پرست	پاے مکن تیز کہ رفتم ز دست
از تو بہ فریاد شدم ہمنفس	راہ کرم گیر و بفریاد رس

ا؎ طارم لکڑی کا بنا ہوا مکان، بلند مکان، بالاخانہ ۱۲ ۲؎ رخسار دن

کا استعارہ ۱۲

تازه صنم چون شغف[1] او برید — واں همه شور و شغب او شنید
چون گل خندان ز دم او شگفت — غنچهٔ نوشیں بشگفانید و گفت
خواهر من میرسد اینک ز پے — به ز چو من صد سر یک موے وے
نیست ز خوباں سخن آنجا که اوست — من کیم و صد چو من آنجا که اوست
با شرف حسن خدا داد من — رفت بشاگردیش اُستاد من
ساده دل آں زمزمه چوں گوش کرد — قاعدهٔ کار فراموش کرد
در غلط اُفتاد ز گفتار او — چشم فرو تافت ز دیدار او
کرد پسے در ره و بیره نگاه — دید رہے دور کسے نے براه
بار دگر لب به سخن باز کرد — لابه گری[2] پیش وے آغاز کرد
بانگ زد آں ماه که اے هرزه گوے[3] — به که بگردانی ازیں هرزه روے
قبلهٔ مقصود یکے بیش نیست — قاصد[4] آں قبله دو اندیش نیست
شرط طلب ترک دوئی کردن ست — روے ارادت بیک آوردن ست
چوں زیکے رو بدو آوردهٔ — رسم نو ست ایں که تو آوردهٔ
چند کشیدن ز دو بیناں گزند — دیدهٔ دل جامی ازیناں به بند
چشم ترا گر نه غبار شکے[5] ست — چوں ز دو عالم نه رخت در یکے ست

۱ انہماک ۱۲ ۲ لابہ گری خوشامد ۱۲ ۳ ہرزہ گو۔ بیہودہ گو ۱۲ ۴ قاصد قصد کرنے والا ۱۲ ۵ اگر تیری آنکھ میں شک کا غبار نہیں ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ دونوں عالم کو چھوڑ کر تو صرف ایک ہی کے پیچھے نہیں جاتا ۱۲

مقالۂ نوزدہم در حسب حال خام طبعاں کہ از شعر شعرے دامی بر بافتہ اند و در دست و پائے ہنر بستہ و خامی انداختہ

بحر ازل موج[۱] کرم بر گرفت　　دامن ساحل ہمہ گوہر گرفت

جوہری طبع سخن[۲] پروراں　　کرد نگاہے بہ فراست دراں

ہر چہ[۳] سزا بود بسفتن بسفت　　وانچہ نہ در پردہ نیاں نہفت

زاں گہر سفتہ ہزاراں ہزار　　گوش جہاں را شدہ بیں گوشوار

حیف کہ ایں[۴] قوم گہر ناشناس　　مہرہ کش سلک امید و ہراس

ہر کہ بر آں[۵] نام گہر بستہ اند　　مہرہ صفت بر دم خر بستہ اند

گوہرے کردہ ز شرف زہرگی　　زاں شرف افتاد بنجر مہرگی

اے کہ رسا از دل دانشورت　　مرسلہ[۶] بر مرسلہ زاں گوہرت

پردہ کشائے ہنر خویش باش　　نرخ فزائے گہر خویش باش

باش بدانکہ دوراں بہوش　　جنس گراں را مشو ارزاں فروش

---

۱ یعنی بحر ازل میں ایک موج اٹھی اور بہت سے موتی ساحل پر آ گئے ۱۲ ۲ سخنوروں نے فراست کے ساتھ ان پر نگاہ ڈالی ۱۲ ۳ جو مضامین کہنے کے قابل تھے وہ کہے بعد چھوڑ دیے ۱۲ ۴ مراد ان شاعروں سے جو طبع رسا نہیں رکھتے ۱۲ ۵ جن کو یہ موتی سمجھے وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گدھے کی دم پر کوڑیاں لگا دی ہیں ۱۲ ۶ مرسلہ گلوبند ۱۲

داشت فلک چوں نتوان زانیش — تودہ ارزاں زگراں جانیش
چند زتار طمع و پود لاف — بر قد ہر سفلہ شوی حلہ باف
چند نہی نام لئیماں کریم — چند کنی وصف سفیہاں[۱] حکیم
آنکہ بصد نیش یکے قطرہ خوں — ناید از امساک زدستش بروں
نام کفش قلزم احساں کنی — وصف بہ بحر گہر افشاں کنی
واں کہ بہ تعلیم گہ ماہ و سال — شکل الف را نشناسد زدال
عارف آغاز ازل خوانیش — واقف انجام ابد دانیش
وانکہ چو از گربہ برآید خروش — رو نہد از بیم بسوراخ موش
شیر ثریاں پیل دماں خوانیش — بلکہ دلاور تر ازاں دانیش
ایں ہمہ اندیشہ ء نار است چیست — اینہمہ آئین کم و کاست چیست
افادہ
اینہمہ از حرص و طمع زادہ است — خود کہ زحرص و طمع آزادہ است
دور بود حرص و طمع از شبع[۲] — گر نہ حشم اندحروف طمع
شب کہ طمع بر تو کمیں آورد — پشت قناعت بزمیں آورد
رخت بہ بیغولہ[۳] ء ماتم کشی — بیہدہ ء چند فراہم کشی
پوست[۴] کنی معنی استاد را — غور کنی طرفہ ء بغداد را

---

[۱] سفیہ، بیوقوف، احمق، نادان ۱۲ [۲] شبع - سیری، پیٹ بھرنا ۱۲ [۳] بیغولہ، گوشہ ۱۲
[۴] یعنی استادان زمانہ کے بہترین مضامین کو توخراب کرتا ہی، اور بغداد کی نادر چیزوں کو بیرونق کرتا ہی، نیز طرفہ دختر عبداللہ بن احمد کا نام تھا ۱۲

برکشی از شاہد اطلس لباس — اطلس سازیش لباس از پلاس
قافیہ معیوب و روی[1] ناروا — علت وزنش الم بے دوا
صدر و عجز بے مزہ و خام او — حشو خبر دادہ خود از نام او
از تعب طبع کج اندیش خویش — چوں نشوی آسودہ نہی پیش پیش
کہنہ دواتے چو دل تار و تنگ — کاغذی از تیرہ رخت بردہ رنگ
خامہ چو نظم سخنت سخت و سست — املائے ناراست و خط نادرست
گشتہ دوتا میل سوادش کنی — واسطۂ نیل مرادش کنی
در سر و دستار زنی صبحگاہ — قطرہ زناں تا در اصحاب جاہ
خواجہ بروے کہ مبینا و کس — منتظر او منشینا د کس
چوں بدر آید پس صد انتظار — بر زبرے[2] ہنرے از خود سوار
پیش روی بوسہ بپایش دہی — لابہ کناں داد ثنایش دہی
رقعۂ شعر آوری از سر بروں — صد رقم از حرص و طمع در دروں
آردش آں رقعہ کہ صد پارہ باد — نامۂ عصیاں[3] قیامت بیاد
تا نہ خورد زخم سفاہت ز تو — رقعہ ستاند بہ کراہت ز تو

---

[1] روی وہ حرف جس پر قافیہ کا دار و مدار اور انحصار ہو ۱۲
[2] زبر ۔ قوی ۔ توانا ۔ کمیاب ، دراز گوش
[3] یعنی آپ کی تحریر دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ نامۂ اعمال ہے ۱۲

او[1] زبانِ طلبت در گرمیز	حرص تو دندانِ طمع کرده تیز
بیهده گفتارِ تو در مدح کس	نقش بر آب ست گره بر نفس
مزد بر آن بیهده بیهوده است	خاصه ازان کس که نفرموده است
طرفه که کاری به تبرع[2] کنی	باز بران مزد توقع کنی
سوخت جهان از طمع خام تو	خلق به جان آمده ز ابرام[3] تو
ترک لجاج و کم ابرام گیر	یکدم ازین دغدغه آرام گیر
خواجه ز فضل تو بصد دل ملول	تو ز ندیمیش زبان پُر فضول
تو بحضورش بسرور آمده	او ز حضور تو نفور آمده
منتظر وقت نشسته که چون	با تو دهد نفرت خاطر بروں

حکایت مدح گفتن لاغری[4] شاعر خواجه را که بر وے لباس آسودگی از فربهی تنگ آمده بود

فربهی از خوانِ سُخن پروری	شاعریش کرده لقب لاغری
گفت به نظم خوش و شعر فصیح	بهر یکے خواجۂ فربه مدیح

[1] یعنی اسلئے وہ اس قصیدہ مدحیہ کے کاغذ کو تجھ سے لے لیتا ہے کہ تو اُسے بیوقوف نہ بنائے اور اسکی ہجو نہ کرے ۱۲ [2] بے معاوضہ کوئی کام کرنا یہاں مراد فضول اور بیضرورت ہے ۱۲ [3] ابرام کسی بات کا یکبارگی ارادہ کرنا، ہٹ، ضد، اصرار سے عاجز کرنا ۱۲ [4] لاغری اُس شاعر کا تخلص ہے جس نے ایک فربہ کی مدح کی ۱۲

خواجہ سکیں چو بحرش شنید	بوے توقع بمشامش رسید
کرد ازاں نامۂ پر رنگ و ریو	خاطر او رم چو ز لا حول دیو
خواست ازاں انجمن پر گزند	کرد توجہ سو قصر بلند
چوں نفس از فربہیش گشتہ تنگ	در رہش افتاد زمانی درنگ
گفت بر و لاغری ہیچ سنج	فربہیت مید ہد اے خواجہ رنج
خواجہ ازاں نکتہ چو گل بر شگفت	با دل صد پارہ بخندید و گفت
رنج ہمہ گرچہ[۱] زتن پروری ست	رنج من اکنوں ہمہ از لاغری ست
لاغری از فربہیم دستبرد	در کف صد محنت و رنجم سپرد
جان تو جامی بدروں لاغر ست	حرص تو از جان تو فربہ تر ست
عمر گراں مایہ بسر می بری	خالی ازیں فربہی و لاغری

مقالۂ ششم در پند دادن فرزند ارجمند کہ در بوستان طفولیت بہ نباتِ حسن پرورده باد و در میدان بلاغت بنہایت کمال پے آورده

اے شب امید مرا ماہِ نو	دیدۂ بختم بخیالت گرو
از پس سی روز بر آید ہلال	روے نمودی تو بس از چند سال

۱ یعنی ہے تو تمام مصیبت موٹے پن سے مگر فی الحال تو یہ تکلیف مجھے لاغری سے پہونچی ہے ۱۲

سال تو چار[1] ست بوقت شمار — چار تو چل باد چلت باد چار
هر چل تو یک[2] چلہ کز علم و حال — سیر کنی در درجات کمال
نام تو شد یوسف مصر و فا — باد لقب دولت دیں را ضیا
می کنم از خامۂ حکمت نگار — بہر تو ایں نامۂ حکمت نگار
گرچہ ترا نیست کنوں فہم پند — چوں بحد فہم رسی کار بند
تا نہ شود برقع روی تو موی — پا منہ از خانہ بہ بازار و کوی
سلسلہ بند قدم خویش باش — حبس نشین حرم خویش باش
ہیچگہ از صحبت ہمخانگاں — رخت مکش بر در بیگانگاں
طلعت بیگانہ نہ میموں بود — خاصہ کہ سالش ز تو افزوں بود
گر بدبستاں شد کارت دہند — لوح الف بے بکنارت دہند
پہلوی ہر سفلہ[3] مشو جا نشیں — از ہمہ یکتا شو و تنہا نشیں
گرچہ بخود نیست[4] کج اندام الف — بیں کہ چساں کج شدہ در لام الف
لوح خود آندم کہ نہی در کنار — چوں[5] الف انگشت از و بر مدار

[1] یعنی تیری عمر چار سال کی ہی مگر خدا کرے چار سے یہ عمر چالیس کو پہنچے اور پھر چالیس کی چار سے ضرب ہو جائے یعنی ۱۶۰ ہو ۱۲ [2] خدا کرے تیری ہر چالیس دن کی مدت ایک چلہ ہو جائے جس میں تو علم و کمال اور کشف و حال کے درجات کی سیر کرے ۱۲ [3] سفلے سے مراد یہاں اوباش اور بدچلن لڑکے ہیں ۱۲ [4] یعنی صحبت کا اثر پڑتا ہے، الف اگرچہ بذات خود سیدھا ہی مگر لام الف میں ملنے سے ٹیڑھا ہو جاتا ہے ۱۲
[5] یعنی محنت کے ساتھ برابر پڑھتا رہ ۱۲

دال وش از شرم فگن سر بہ پیش
خندہ زناں گاہ باں گہ باین
دل مکن از فکر پریشاں و بیم
گوش مکن بیہدہ ہر قیل و قال
دار ادب[۱] درس معلم نگاہ
سیلی او گرچہ فضیلت دہ است
پے چو بسر منزل[۲] قرآں بری
چند گرہ زن بمیاں رحل وار
باش ز رخار نکو فال او
ہرچہ کنی زاں گہر سلک خویش
حرف نوشتہ بدل طفل خرد
چوں تو حق حفظ وے آری بجاے
دست طلب[۳] دہ بقدم گاہ گاہ
باز نشاں از رہ کسب کمال
کوش بہ تحسین خط از ہر نمط

صاد صفت دوز براں چشم خویش
رشتۂ دنداں منما ہیچو سین
تنگ دہن باش ز گفتن چو میم
تا نہ کشی درد سر گوشمال
تا نہ شوی طبلک تعلیم گاہ
گر تو بہ سیلی نرسانی بہ است
روزی ہر روزہ ازاں خواں خوری
شاہد مصحف بنشاں در کنار
محو تماشاے خط و خال او
ساز بہ تکرار زباں ملک خویش
کز لگد نسیاں نتواند سترد
حفظ حق از جانت شود غم زدائے
شو بہ سوے خطۂ خط رو براہ
از نم آں نائرہ گرد ملال
لیک نہ چنداں کہ شوی جملہ خط

[۱] یعنی ادب کے ساتھ درس معلم کو سن تاکہ تو مکتب کا نقارہ نہ بنجائے یعنی الیسا نہ ہو کہ تو مار کھائے ۱۲
[۲] مراد یہ ہے کہ جب تو قرآن شریف پڑھنا شروع کرے اور اُس کا روزانہ سبق پڑھے ۱۲
[۳] یعنی کبھی کبھی خط کی بھی مشق کر ۱۲

صرف مکن بہر سہ انگشت خویش — از گہر پُر ہنر مشت خویش
شعر اگرچہ ہنر دیگر است — شمۂ از عیب بشعر اندر است
شعر کہ عیبش[1] زمیاں سر زند — ہمت پاکانش قلم در زند
در فتدت گہ گہے اندیشہ اش — کوش کہ چوں من نکنی پیشہ اش
ہر نفس آمد گہر ارجمند — قیمت آں بیشتر از چون و چند
واں گہر از دست مدہ رایگاں — خاصہ کہ در مدح فرومایگاں
محنت ایں کار بخود رہ مدہ — رنج کشی در طلب علم بہ
تاج سر جملہ ہنر ہاست علم — قفل کشائے ہمہ در ہاست علم
در طلب علم کمر چُست کن — دست ز اشغال دگر سست کن
با تو من از علم چہ گویم سخن — علم چو آید بہ تو گوید کہ کن
علم کثیر آمد و عمر قصیر — آنچہ ضروریست بآں شغل گیر
ہر چہ ضروریست چو حاصل کنی — بہ کہ عمارت گری دل کنی
ایست عمارت گری دل کہ دل — در[2] کشی از کشمکش آب و گل
پائے[3] بدامن کشی و سر بجیب — تن بشہادت دہی و جاں بغیب

١ یعنی شعر کہنا اگرچہ ایک دوسرا ہنر ہے مگر پاک لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے کہ اس سے کبھی کبھی کچھ عیوب بھی پیدا ہوتے ہیں ١٢ ٢ یعنی مسلک درویشی اختیار کرہی دل کی عمارت گری ہے ١٢ ٣ یعنی قناعت کر ظاہراً موجود رہ اور باطناً عالم غیب کے پاس غایب رہ ١٢

یاد خدا بندگی ہش کنی | ہرچہ بجز اوست فراموش کنی

حکایت پیر ہوشیار با مرید فراموشکار

سادہ مریدی ز جہاں شستہ دست | آمد و در صحبت پیری نشست
گرم نہ کردہ بزمیں جا ہنوز | خاست ازاں انجمن جاں فروز
پیر برآشفت کہ تعجیل چیست | نفرت تو دیو از دم جبریل چیست
گفت قضائے پردہ کش ہوش گشت | نادرہ چیزیم فراموش گشت
می روم ایں لحظہ بہر راہ و کوے | تا کنم آں گمشدہ را جست و جوے
پیر خروشید کہ اے بوالہوس | در دو جہاں[٢] ہست یکے چیز و بس
کاں نہ سزاوار فراموشی ست | قبلۂ گویائی و خاموشی ست
گر ہمہ آفاق در آغوش تو | باشد و آں چیز فراموش تو
غایت آگاہی تو غافلی ست | حاصل اوقات تو بیحاصلی ست
در بود آں چیز فرا یاد تو | شاد کن خاطر ناشاد تو
گو دو جہاں گشتہ فراموش باش | لب ز سخن شاں شدہ خاموش باش
جامی ازیں مشغلہ خاموش کن | ہرچہ جز آں چیز فراموش کن
زانکہ سر انجام تو خاموشی ست | و آخر کار تو فراموشی ست

ف١ یعنی اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا میری ایک چیز کہیں گم ہوگئی میں اُسے ہر گلی کوچے میں ڈھونڈھنے جاتا ہوں ١٢ ف٢ یعنی ایک ہی چیز دونوں جہاں میں یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ خدائے کریم اور اس کی یاد ١٢

درختم کتاب وخاتمہ خطاب تحفۃ الاحرار گوید

خامہ چو بر موجب جف القلم[1] — خشک بانشاد ازین خوش رقم
بہر دعا از لب اُم الکتاب[2] — حرف سقاک اللہش[3] آمد جواب
روح امین دست بآمین کشاد — چرخ برین سبحۂ پروین کشاد
گوہر ازاں سبحہ بپایش فگند — در قدم غالیہ سایش فگند (فشاند)
گفت جزاک اللہ ازین فیض پاک — از تو بسجادہ نشینانِ خاک
نقش شفاخانہ عیسے ست این — یا رقم خامۂ مانی ست این
غنچۂ از گلبن ناز آمدہ — یا گلے از گلشن راز آمدہ
حرف کش دفتر فرزانگی ست — تازہ کن مایۂ دیوانگی ست
قفل کشاے درِ کاخ صفاست — عطر فزاے گل شاخ وفاست
صبح طرب مطلع انوار اوست — جیب ادب مخزنِ اسرار اوست
نظم کلامش نہ بغایت بلند — تا نشود ہر کس ازاں بہرہ مند
از خس وخاشاک چو صافست آب — می نشود بر دُر وگوہر حجاب
لفظ خوش ومعنے ظاہر درو — آب زلال ست وجواہر درو
سر معانیش نہ زانساں دقیق — کش نتواں یافت بفکر عمیق

۱ جف القلم بما ہو کاین فی الازل" یعنی وہ باتیں جو ہونے والی ہیں قلم نے ازل میں لکھدیں اور خشک ہوگیا یعنی اب بدل نہیں سکتا ۱۲ ۲ ام الکتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہے ۱۲ ۳ سقاک اللہ یعنی خدا مجھے سیراب کرے ۱۲

شاہد اسرار وے از صوت و حرف
کردہ لباسی بر خود شگرف

بستہ[۱] حروفش تتق مشک فام
حور مقصورات فی الخیام

ماشطۂ[۲] خامہ چو آراستش
از قبل من بقے خواستش

تحفۂ احرار لقب دادمش
تحفہ باحرار فرستادمش

ہر کہ بدل از خردش روزنست
در نظرش ہر ورقی گلشن ست

راست چمنہاست درآنجا سطور
پر گل شادی و نہال سرور

جوے زر از جدول شان آبخورد
سبزۂ تر گرد وے از لاجورد

کرد مجلد سوی جلدش چو میل
داد ادیم از سر مہرش سہیل

زہرہ شد از چنگ خوش آوازہ اش
تار بریشم دہ شیرازہ اش

ہیکل آیات گرامی ست ایں
حرز حمایت گر جامی ست ایں

باش خدایا بکمال کرم
حافظ او ز آفت ہر کج قلم

ظلمت کلک وے ازیں حرف نور
دار چو انگشت بداندیش دور

کلک وے[۳] از چوب عوال برتراشت
وزن کش و قافیہ ویراں گراست

چوں بتراشد ز سر خامہ[۴] نیش
سازد ازاں نیش دل نامہ ریش

۱ه اس کتاب کے حروف سیاہ تتق میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے حوریں خیموں میں چھپی ہوئی ہوں ۱۲ ۲ه ماشطہ مجازاً آرایش دینے والی عورت، کنگھی کرنیوالی ۱۲ ۳ه کج قلم یعنی اس کا قلم سخت لکڑی سے بھی بدتر ہے اور وہ ردیف و قوافی اور وزن کو برباد کردینے والا ہے ۱۲ ۴ه یعنی اس کے قلم کی نوک جو ایک نیش کی طرح ہے کتاب کے دل کو زخمی کرے گی ۱۲

تیغ کند خامهٔ تیز را — رشته برد نظم دلآویز را

هر خط وی از خط دانش برون — گشته بسر حد خطا رهنموں

چوں خط تقطیع نه بر اصطلاح — کز حک و اصلاح نگیرد صلاح

دیدهٔ حرفی که بود دیده باز — گردد از و وقت کتابت فراز

حرف نگار و چو تکک از هوس — نقطه نه بر جای نهد چوں مگس

گاه زند بر رخ عم خال غم — گاه شود سیم ز دستش ستم

بسکه مرید از قلمش مرتد است — ضد دی آنجا که نوید صد است

چند لب باج حکایت دهم — شکر بتاراج شکایت دهم

شکر که این نامه بپایان رسید — بخیهٔ این خرقه بداماں رسید

مهر نه خاتمهٔ این کتاب
شد رقم خاتم تم الکتاب

تمت

خاتمۃ الطبع مطبوعۂ سابق

از گہر ریزی خامۂ نیساں بار مولوی عوض علی صاحب برائے یادگار

آغاز سخن خدا را یاد می کنیم و خاطر را بذکر رسولش شاد، شاعر بودہ ایم کہ بفلک تارہ تیزیم نہ منجم کہ بہ ثوابت و سیارہ در آویزیم، دماغ شاہی نداریم کہ بار جہانی را بگردن خویش گیریم نے از گدائی کہ راہ کوئے لئیماں بیش گیریم، ناصح مستیم کہ دل عاشقاں برنجانیم نہ واعظ کہ افسانۂ بہشت و دوزخ خوانیم، خاطر آزادہ ایم کوس بلند نامی میزنیم سر بادہ داریم دست بجام جامی میزنیم، لوحش اللہ چہ جامی کہ سینہ اش مخزن اسرار است بارک اللہ چہ جام کہ ہمش تحفۃ الاحرار ست، نہ جامی کہ میکدۂ عشق را پیر مغاں نہ جام کہ خمکدۂ عرفاں آں بسر خوشی بلند تر از صاحب گلشن راز، وایں بسرخوشی تند تر از بادۂ شیراز صلائے عام است جہانی را درین محفل مہماں می کنیم بادہ می نوشیم و یاد میکشاں می کنیم آں رند مدہوش مولوی عوض علی آرائش جائے ایں بساط عالی پرداختہ و آں جمشید مشرب منشی نول کشور صاحب سی، آئی، ای، ایں خمکدہ را خوان یغما ساختہ، الٰہی ایں محفل مدام از قلقل مینا درجوش باد و ایں بادہ ہا و شما را نوش باد فقط

خاتمة الطبع طبع ہفتم

بفضله تعالیٰ وقت ست که باده پرستان خمخانۂ شوق علم را بشارت تازه نیوشانند که بازمی پرتگال کلام جامی که شش طبع بار ہفتم خم در خم درسم جوش آمده مرة بعد اولیٰ وکرة بعد اخریٰ ودرین جام در بزم میکشان سرخوش صدائے نوشانوش آمد یعنی باز نوبت طبع مثنوی **تحفة الاحرار رسید۔**

کایں بادۂ عشرت ز ایاغ جامی ست	ویں پرتو احساں ز چراغ جامی ست
بیتابی دل بلبل صد رنگ شناست	ایں غنچۂ نورستہ زباغ جامی ست

آفریں بر ہمت آں بہار پیرائے گلشن سخن و نوا بخش سخن سنجان نو و کہن یعنی رئیس ذی وقار عالیجناب معلی القاب منشی رام کمار صاحب دامت سطوته مدار الفلک الدوار که زیں سبق شش بار در مطبع فیض منبع الموسوم باوده اخبار و مطبع نامی منشی نولکشور واقع شہر لکھنؤ ایاغ دل مشتاقان را لبالب ایں کہن باده فرمود والحال از حسن انتظام کیئر داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ در مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ بتصحیح و مقابله نسخ عدیده قلمی و مطبوعه سنه ۱۹۴۱ء بار ہفتم پیکر ایں مایۂ نشاط و سرور به طبع نور دنمود فلله الحمد۔

(عبد الباری آسی مصحح)

نوٹ:۔ میں نے جابجا سے اردو حواشی و فارسی حواشی کا مقابلہ کیا، اردو حواشی واقعی زیادہ واضح ومفید ہیں، طلاب ان سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے، فارسی حواشی اکثر غیر ضروری اور غیر مفید ہیں، اردو حواشی کے ساتھ کتاب چھپے گی تو اس کتاب کے پڑھنے والے زیادہ پسند کریں گے۔

Naa [illegible] 4-5-1941

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

۱۹۴۱ء